1006

نظر سے پردہ دوئی کا اُٹھا دیا میں نے
طلسم جلوۂ رنگیں دکھا دیا میں نے
شوقؔ

جلوۂ رنگیں

بیادگار آل انڈیا مشاعرہ شاہجہان پور

سنہ ۱۹۳۱ء

مُرتّبہ

پنڈت جگموہن ناتھ رینہ شوقؔ

گذارش

شاہجہانپور روہیل کھنڈ کا ایک مشہور مقام ہے جو اہل قلم و اہل سیف دونوں کا ملجا و ماوا رہا ہے آج بھی اس کے نوجوان جبکہ دنیا میں جنگ نے ہل چل ڈال دی ہے اپنے ملک اور وطن کی حفاظت کے لئے میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ طبقہ جو علم سے ذوق رکھتا ہے ادبی مشاغل میں مصروف ہے۔ میں نے سرکاری ملازمت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر اسی تاریخی خطہ کو اپنی قیام گاہ کے لئے منتخب کیا۔ شعر و شاعری کا ذوق جو میری طبیعت ثانی ہو گیا ہے یہاں بھی جاری رہا ہے۔ مشاعرہ کے جلسے تقریباً ہر مہینے ہوتے رہے جس میں مقامی شعراء حصہ لیتے تھے اور شاہجہانپور کی زندہ دلی کا ثبوت دیتے تھے۔ ۱۹۴۱ء کے شروع ہونے پر بعض احباب کو یہ خیال پیدا ہوا کہ بڑے پیمانہ پر ایک بزم سخن منعقد کی جائے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک مجلس منتظمہ قائم ہوئی جس نے یہ طے کیا کہ آل انڈیا مشاعرہ منعقد کیا جائے راقم الحروف کو اس کمیٹی کا سکریٹری منتخب کیا گیا۔ ۲۹-۳۰ مارچ کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور شاعروں کی غزلوں کے نشر کرانے کا لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے انتظام کرنے کی کوشش کی گئی اور بعدہٗ ریڈیو اسٹیشن مذکور کی سہولت کے خیال سے ۵-۶ اپریل کی تاریخیں ہوئیں۔ ہندوستان کے نامور شعراء کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ کمیٹی نے مشاعرہ کو کامیاب بنانے کے لئے وصولی چندہ کا کام شروع کیا۔ مشاعرہ کمیٹی کی کوشش مشاعرہ کے لئے چندہ جمع کرنے میں بڑی حد تک اس نازک زمانہ میں جبکہ جنگ کی وجہ سے اقتصادی مشکلات حائل ہیں کامیاب ہوئی جو اس بات کا ثبوت

ہے کہ رؤسائے شہر نے انعقاد و امداد مشاعرہ میں خاص طور پر دلچسپی کا اظہار کیا جس کا بہت دل سے شکر گذار ہوں۔ اراکین کمیٹی نے ہر طرح سے مشاعرہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی جن دوستوں نے عطیات سے ہمت افزائی کی۔ اگر اُن کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو مشاعرہ کی کامیابی مشتبہ رہتی۔ اِن صاحبان کا شکریہ اگر ادا نہ کیا جائے تو نا انصافی ہوگی۔

شاہجہانپور میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک آل انڈیا مجلس شعر و سخن کی منعقد ہوئی اور ہندوستان کے مشہور شاعر جمع ہوئے اور اُنہوں نے اپنے کلام سے حاضرین بزم کو لطف اندوز کیا۔ مشاعرہ کی چار نشستیں ۵، ۶، ۷ اپریل کو ہوئیں۔ پہلے دن کے جلسہ کی صدارت مولوی کریم الرضا خاں صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی، ایم، ایل، اے ایڈوکیٹ شاہجہانپور نے کی اسی تاریخ پر خاص خاص شعراء کی غزلیں لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی گئیں۔

دوسرے دن کی صدارت اردو کے مشہور ادیب پنڈت امرناتھ مدن ساحرؔ دہلوی نے فرمائی۔ دونوں نشستوں میں پچہتّر شعراء نے حصہ لیا جن میں نصف کے قریب مقامی شعراء تھے جنہوں نے مقررّہ مصرعہ طرح پر طبع آزمائی فرمائی تھی۔ مصرعہ طرح یہ تھا :—

"دو کرچکے برسوں طواف کعبہ و بتخانہ ہم" بیرونی شعراء میں جگرؔ مرادآبادی، جوشؔ ملیح آبادی، ساغرؔ نظامی، احسانؔ دانش، روشؔن صدیقی، نخشبؔ میرٹھی، نوحؔ ناروی، سیمابؔ اکبرآبادی، قمرؔ بدایونی جیسے مشہور شعراء کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اِن حضرات کی طرحی غزلیں ناظرین اس مجموعہ میں ملاحظہ فرمائینگے اور اُن کے کلام کی داد دیں گے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جگرؔ اور جوشؔ نے طرحی غزل لکھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی تھی اس لئے یہ مجموعہ ناظرین کو

کو ان کے کلام سے خالی ہو گا۔ حضرت سیماب اکبر آبادی ہمارے خاص شکریے کے مستحق ہیں کہ باوجودیکہ اس طرح پر اُن کی پرانی غزل موجود تھی ہمارے مشاعرہ کے لئے دوسری نئی طرحی غزل لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی اُن کی نئی اور پرانی دونوں غزلیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔

مشاعرہ کا پرانا دستور یہ رہا ہے کہ شعرا غزل پڑھنے کے بعد اپنی غزل میر مشاعرہ کے حوالہ کر دیتے تھے جس سے آسانی سے گلدستہ مرتب ہو جاتا تھا لیکن اب بہت سے شعرا فوراً غزل نہیں دیتے چنانچہ ایسا ہی اس مشاعرہ کے متعلق بھی ہوا گلدستہ مرتب کرنے کے لئے غزلیں بعد کو منگانا پڑیں اور اس کے بعد اُن کے انتخاب اور ترتیب میں کچھ وقت صرف ہوا پھر پریس میں بھیجنے کے لئے اس مجموعہ کا مبیضہ تیار کرایا گیا۔ بالآخر شروع جون میں یہ مجموعہ "جلوۂ رنگین" کے نام سے موسوم کر کے پریس کو حوالہ کر دیا گیا۔ اس گلدستہ میں اٹھتر شعرا کی غزلوں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض شعرا نے دو غزلہ لکھا ہے۔ چند شعرا کی غزلیں جو دستیاب نہ ہو سکیں وہ درج ہونے سے رہ گئیں غزلوں کے علاوہ نئی تعلیم یافتہ شعرا کو خاص عنوانوں پر نظمیں لکھنے کا موقع دیا گیا تھا۔ سات شاعروں نے نظمیں لکھی تھیں۔ گلدستہ کے آخر میں یہ نظمیں ناظرین کے ملاحظہ سے گذریں گے۔

میں اس مختصر گذارش میں غزل گو شعرا کے کلام پر یا نظموں پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اہل بصیرت جن کی نظر سے یہ مجموعہ گذرے گا خود اندازہ کریں گے کہ اردو شاعری روز بروز کیا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے اور غزلوں میں کس قسم کے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے اور یہ کہ نومشق اور مشاق شعرا کے کلام میں کیا فرق ہے۔

اس مجموعہ میں ناظرین کو ایک فارسی کی غزل بھی ملے گی جو میرے ایک کرمفرما

پنڈت برج کشور زتشی شورؔ دہلوی کی جدّت طبع کا نمونہ ہے کہ انھوں نے اردو کے طرحی مصرعہ پر فارسی زبان میں طبع آزمائی کی ہے اردو مصرعہ کی ردیف میں ہم کا لفظ آیا آیا ہے جو ٹھیٹ ہندوستانی لفظ ہے۔ اس لفظ کو انھوں نے فارسی زبان کا ہم بنا دیا ہے جس کے فارسی میں مختلف معنی ہیں اردو ادب کی مجلس کے گلدستہ میں فارسی کی اس غزل کو بے محل نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ فارسی زبان کی شاعری جس پر اردو زبان کی شاعری کی بنیاد رکھی گئی تھی ہنوز ہندوستان میں زندہ ہے۔

اس گلدستہ کو اعلیٰ پیمانہ کی طباعت اور شعرا کے ہاف ٹون بلاک تصاویر سے آراستہ کرکے شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن جنگ کی وجہ سے سامان طباعت بالخصوص کاغذ کی گرانی اور سرمایہ کی کمی اس ارادہ میں مانع ہوئی اس لئے اس کے اوراق میں نہ آپ کو رنگین جدولیں ملیں گی نہ بڑھیا قسم کا کاغذ ملے گا نہ کئی رنگ سے چھپا ہوا سرورق نظر فریبی کا کام دے گا بلکہ اس کی سادگی میں آپ کو جلوۂ رنگین نظر آئیگا بہرحال جس طرح بھی بن پڑا آل انڈیا مشاعرہ کی یادگار کے طور پر چند اوراق میں شعرائے باکمال کے دلکش زمزموں کو حریر قلم کے ذریعہ سے صفحہ قرطاس پر لاکر محفوظ کردیا تاکہ شاہجہانپور کے اس ادبی ہفتہ کی جو اپریل ۱۹۴۱ء کا پہلا ہفتہ تھا یادگار صفحہ روزگار پر قائم رہے ؎

تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم
شیریں تر از حکایت مانیست قصہ
(نظیری)

پیچمیرز
جگموہن ناتھ رینہ شوق شاہجہانپور ۳۰ ؍ جون ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آسی جناب مولوی سیّد عبدالباری صاحب لکھنوی

ہے کہ دھرائیں نشاطِ زیست کا افسانہ ہم — جسکو پھینکا تھا اٹھائیں پھر وہی پیمانہ ہم

آئے جب اپنے گھر میں اے دلِ دیوانہ ہم — ساتھ لیتے آئے گے جنگل سے اک ویرانہ ہم

دلنے دیکھی تھی جدھر تیری تجلّی کی نمود — آج تک کرتے ہیں سجدہ اُس طرف رندانہ ہم

ایک مسکن ایک منظر ایک بستی کے لئے — پھر رہے ہیں رات دن ویرانہ در ویرانہ ہم

ہو چکے ہیں روشناس واقعاتِ انقلاب — جو یگانہ ہے سمجھتے ہیں اُسے بیگانہ ہم

حادثاتِ عشق کی تاریخ لکھنے کے لئے — جمع ہر محفل میں کرتے ہیں پر پروانہ ہم

مرحبا اے برق حاضر ہے متاعِ زندگی — یہ سمجھتے تو نہ کرتے جمع اک اک دانہ ہم

ہمصفیر وجہِ خاموشی نہ سمجھا باغباں — آؤ ملکر پھر کریں اک نعرۂ مستانہ ہم

دل ہے مصروفِ تمنّا چرخ سرگرمِ جفا — دونوں ضدّی ہیں کہو کسکو کہیں دیوانہ ہم

مرگ مایوسی ہے مُہلت خواہ دورِ انبساط — اب اجازت چاہتے ہیں اے غمِ جانانہ ہم

حسن ہمّت آزما ہے عشق ناکام ازل

پھر کہاں سے لائیں آسی جرأتِ رندانہ ہم

آبرؔ مظہر علی خاں صاحب شہباز نگری

سن چکے آکر کلیم و طور کا افسانہ ہم
پھر بھی ہمت ہے کہ دیکھیں جلوۂ جانانہ ہم

دل پریشاں چشم گریاں سر بنقش و قتِ الم
اپنے دردِ عشق کا کس سے کہیں افسانہ ہم

دیکھ لیں تو نے جنونِ عشق کی نیرنگیاں
اب کہاں لے جائیں تجھ کو اے دلِ دیوانہ ہم

مدتوں تک دیر و کعبہ میں رہی جستجو تلاش
اب ارادہ ہے کہ جائیں جانبِ ویرانہ ہم

ہے نگاہِ شوق سے اک رازِ سربستہ عیاں
بن گئے ہیں اب تو حسن و عشق کا افسانہ ہم

تجھ کو زیبا ہے تکلف تجھ کو زیبا ہے حجاب
طالبِ دیدار ہیں اے جلوۂ جانانہ ہم

زاہدِ نافہم کیا سمجھے شرابِ عشق کو
ایک ساغر میں ہوئے سرشار ہم مستانہ ہم

آبرؔ تھا پیشِ نظر انجامِ بزمِ سوز و ساز
جب بھی شمعِ رخ کے بن گئے پروانہ ہم

احسانؔ منشی احسان دانش صاحب کاندھلوی

کرتے کرتے امتزاجِ کعبہ و بت خانہ ہم
اس جگہ پہنچے کہ ہو کر رہ گئے دیوانہ ہم

شام سے اس فکر میں تھے ساقیٔ میخانہ ہم
کیسے دیکھیں گے وداعِ شیشہ و پیمانہ ہم

سانس لے سکتے نہیں افسوس آزادانہ ہم
مدتوں سے ہیں اسیرِ کعبہ و بتخانہ ہم

ہے ابھی اک شوق پہ بزمِ جہاں کا انعقاد
خود وہ شمعِ انجمن کہلائی اور پروانہ ہم

نغمہ و ماتم بھی دھوکہ شکر و شکوہ بھی فریب — کہہ رہے ہیں جانے کیا افسانہ در افسانہ ہم
آؤ چل کر تصفیہ کر لیں مقدم کون ہے — حاصلِ میخانہ تم ہو رونقِ مے خانہ ہم
ہائے وہ ان کی پشیمانی وہ اپنی عرضِ شوق — خود پشیماں ہیں کہاں سے کہہ گئے افسانہ ہم
ہم جو مٹ جائیں تو فرقِ کفر و ایماں بھی مٹے — ایک پردہ ہیں بین کعبہ و بت خانہ ہم
دامنِ دل شبنم و گل سے پکڑ لیتا ہے آگ — خلقتاً ہم ہیں جوابِ فطرتِ پروانہ ہم
طور ٹھنڈا ہو چکا ہے آگیا موسیٰ کو ہوش — اب تجھے تکلیف دیں گے جلوۂ جانانہ ہم
تم بزعمِ حسن جو سمجھو وہ سب سچ ہے مگر — عشق اجازت دے تو کر ڈالیں تمہیں دیوانہ ہم

اُن سے ملتے ہو گئی احسان اک مدت مگر
اب بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہیں بیگانہ ہم

اخترؔ جناب سید محمد اختر صاحب نگینوی

قطعہ

ہم کہاں، اور کہاں بزمِ سخن اے اخترؔ — آ گئے ہیں کششِ شوق سے مجبور آئے
ہجر زندہ ہیں، نہ بیباک رہے دنیا میں — کس زمانے میں یہ ہم شاہجہانپور آئے

غزل نمبر ۱

اس طلسمِ دہر میں ہیں صورتِ دیوانہ ہم — ہو گئے صرفِ تلاشِ وسعتِ ویرانہ ہم

ہیں شریکِ بزمِ وعظ و محفلِ رندانہ ہم — زینتِ مسجد ہمیں ہیں، رونقِ مےخانہ ہم
یادگارِ واردات سوزِ الفت جانکر — رکھتے ہیں چن چن کے اوراقِ پرِ پروانہ ہم
اک ذرا سی بات کہتے ہیں ہزاروں رنگ سے — یوں بنا دیتے ہیں ہر افسانے کو افسانہ ہم
حادثاتِ عالمِ امکاں کا ہو احساس کیا — ہیں خمارِ زندگی سے بےخبر، مستانہ ہم
ہاں جلائے جا ہمیں شمعِ تجلی شوق سے — بزم میں ہمراہ لائے ہیں دلِ پروانہ ہم
سر قدم کیفِ نگاہِ مست سے جھک جھک گیا — سیکھ لیں پائے مژہ سے لغزشِ مستانہ ہم
ہونے والی ہیں بقدرِ ظرف کی آشامیاں — کرلیں سعی وسعت و گنجائشِ پیمانہ ہم
شب کو تھا محفل میں کتنا مجمعِ اہلِ وفا — صبح کو پاتے ہیں انبارِ پرِ پروانہ ہم
بیٹھ سکتے ہیں کہیں تھک کر رہِ دشوار میں — ہمتِ مردانہ ہم، اے ہمتِ مردانہ ہم

نامِ اخترؔ سے رہا کرتے ہیں بالائے فلک
اس سے بڑھ کر چاہئے کیا رفعتِ کاشانہ ہم

ایضاً غزل نمبر ۳

پی چکے ہیں لے کے چشمِ یار سے پیمانہ ہم — تھامنا، لینا، گر ہوا کی لغزشِ مستانہ ہم
حسبِ موقع جانتے ہیں مصرفِ مےخانہ ہم — شیشہ جب ٹوٹا بناتے ہیں اسے پیمانہ ہم
جوشِ وحشت وحشیوں کو ہو تو سنوائیں ہمیں — چاکِ دامن سے صدائے نعرۂ مستانہ ہم
سرگذشتِ عشق اپنی ہے جہاں میں یادگار — اہلِ عالم کی زباں پر بن گئے افسانہ ہم

اس طرف ظرفِ وضو ہو اُس طرف جامِ سبو
جائیں مسجد کو الٰہی یا سوئے مے خانہ ہم

پائمالی سے زمانے کے نہ یوں بھی بچ سکے
ہیں الگ سب سے مثالِ سبزۂ بیگانہ ہم

دیدہ یا دل ہو گیا عہدِ وفا جھگڑا کیا
آپ اس میں اب کریں کچھ حجّتِ بیجا نہ ہم

کچھ ہے یارانِ طریقت کو خبر بھی یا نہیں
کر چکے ہیں ترک اختر مشربِ رندانہ ہم

اختر مولوی عبد الغفار خاں صاحب الہ آبادی دبیلی، بی، اے، ایل ایل، بی

چھوڑ کر آئے ہیں راہِ کعبہ و بت خانہ ہم
پہنچے ہیں کچھ پھیر کھا کر تا درِ مے خانہ ہم

ہیں گدازِ شمع ہم سوزِ دلِ پروانہ ہم
گرمیِ محفل ہیں یا ہم اور رونقِ کاشانہ ہم

چھوڑ کر جاتے نہیں اب تو درِ جانانہ ہم
کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بت خانہ ہم

ہے یہی عشقِ تصور تو کسی دن دیکھنا
کعبۂ دل میں بنا لیں گے نیا بت خانہ ہم

دین و دل کو نذرِ چشمِ مست ساقی کر دیا
کھا گئے اختر فریبِ نرگسِ مستانہ ہم

مست کر دے ساقیا اپنی نگاہِ مست سے
حاصلِ میخانہ تو ہے سائلِ پیمانہ ہم

ہوتے ہیں تیری قسم دیر و حرم سے بے نیاز
ساقیا منہ سے لگا لیتے ہیں جب پیمانہ ہم

دل میں جب تک کیف تھا دلدار یا مے کی بھری
اب وہ کرتے ہیں دلِ کیفیت کی پروا نہ ہم

بے پیئے بھی لے رہے ہیں کیفِ مستی کے مزے
دیکھ کر ساقی کی طرزِ لغزشِ مستانہ ہم

بے ہمہ و باہمہ رہنا تھا دو دن کے لئے
گلشنِ ہستی میں ہیں مثلِ سبزۂ بیگانہ ہم

کہتے ہیں اختر نے آخر دل میں گھر کر ہی لیا
چار دن پہلے سمجھتے تھے اُسے بیگانہ ہم

ارشدی جناب محبوب الحسن صاحب بدایونی

اور کیا ہے جس کے بدلے تجھ سے لیں پیمانہ ہم ۔۔۔ عمر بھر دینگے دعائیں ساقیِ میخانہ ہم
جو مصیبت پیش آئی یا جو اب پیش آئیگی ۔۔۔ ابتدائے عشق میں اسکو نہ دل سمجھا نہ ہم
تم کو ہم سے ہم کو تم سے کام ہے دنیا سے کیا ۔۔۔ کہنے سننے کی کسی کے تم کرو پروا نہ ہم
ان کی نظروں میں ہیں لیکن انکے دل میں گھر نہیں ۔۔۔ ہیں تو گلشن میں مگر ہیں سبزۂ بیگانہ ہم
یہ محبت ہے محبت اس محبت کے نثار ۔۔۔ لیکے دل یا دیجئے دل وہ دل میں چھپایا نہ ہم
جب کہا میں نے کہ میں تدبیر کا قائل نہیں ۔۔۔ آپ کیا سمجھے جو یہ سنتے ہی فرمایا نہ ہم
تم تو ہو بیداد سے مجبور ہم فریاد سے ۔۔۔ اس لئے بہتر یہی ہے تم کرو شکوا نہ ہم
اس زمانے میں شکایت وجہ رنجش ہو گئی ۔۔۔ ورنہ اس سے قبل تم سمجھے اسے بیجا نہ ہم
ان سے کیا بگڑی کہ پھر حالت بگڑتی ہی گئی ۔۔۔ کیں ہزاروں کوششیں لیکن دل سنبھلا نہ ہم

توڑ کر توبہ یہ کفارہ ادا کرنا پڑا
توڑتے ہیں ارشدی اب شیشہ و پیمانہ ہم

ارمان سید حسین احمد صاحب شاہجہانپوری

بیقرار و مضطر و آشفتہ و دیوانہ ہم ۔۔۔ دیکھے دل اس بیوفا کو بن گئے کیا کیا نہ ہم

سوزِ اُلفت سے زمانے میں نہیں بیگانہ ہم
شمع لیکر ساتھ آئے تھے وہ ہیں پروانہ ہم

ذرہ ذرہ ہے لیا جلوہ حسن کا اک آفتاب
خود چُھپاتے ہیں نگاہیں اسے دلِ دیوانہ ہم

آہ نگاہِ مستِ ساقی کا یہ ادنیٰ سا اثر
بیخود و سرشار ہیں بے بادہ و پیمانہ ہم

آتشِ اُلفت سے فرصت اتنی بھی ملتی نہیں
اپنے دل کا شمع سوزاں سے کہیں افسانہ ہم

کچھ نہیں آتا نظر جز تیرے تا حدِّ نظر
عشق میں یوں ہو گئے اک ایک سے بیگانہ ہم

جی میں آتا ہے اُٹھا کر پردہ بیگانگی
دیکھ ہی لیں کچھ بہارِ جلوہ جانانہ ہم

ہائے ساقی پر نمازِ عشق کرتے ہیں ادا
رند ہو کر کیوں نہ رکھیں مشربِ رندانہ ہم

ایک ہی سجدے میں کر دیں ختم ساری زندگی
تجھ کو پا جائیں اگر سنگِ درِ جانانہ ہم

خوب تم نے جذبۂ مہر و وفا کی قدر کی
عشق کا احساس ہونے پر بھی ہیں بیگانہ ہم

بیخودی شوق ہے ارمان اپنے سے فزوں
مثلِ موسیٰ ہو نہ جائیں ہوش سے بیگانہ ہم

ازل راحت اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری

ہوش کو پاتے ہیں جب ہوش سے بیگانہ ہم
دیکھتے ہیں جب تجھے اے ساقی میخانہ ہم

دیکھ کر اندازِ چشمِ ساقی میخانہ ہم
ہو گئے ہیں بے نیازِ بادہ و پیمانہ ہم

ہیں تلاشِ منزلِ مقصد کی دونوں صورتیں
اس لئے کرتے ہیں طوفِ کعبہ و بتخانہ ہم

واقعاتِ حسن و اُلفت پر نظر رکھتے ہوئے
لائے ہیں اس بزم سے خاکِ پرِ پروانہ ہم

داستانِ حُسن بے معنی تو ہے پُر لطف و کیف آئیے سنیئے سنائیں عشق کا افسانہ ہم

کاش خود داری میرا احساسِ حق باطل بھی ہو کعبہ کو کعبہ کہیں بُت خانہ کو بُت خانہ ہم

اپنے کعبہ کی حقیقت ہم سے اے زاہد نہ پوچھ جانتے ہیں اُسکو اک اُجڑا ہوا بتخانہ ہم

خاص اک صورت نظر آئی سوادِ شام میں کیوں نہ سمجھیں داغِ اُلفت کو چراغِ خانہ ہم

زندگی ہے اور رازِ ازل دو چار چھ دن ہیں لن

کر چکے لبریز اپنی عمر کا پیمانہ ہم

اسعدؔ منشی صدیق حسن صاحب شاہجہانپوری

محتسب آ نا سنیں گے سب ترا افسانہ ہم صبحدم جب ہوں عزادارِ شبِ میخانہ ہم

اب نظر کرتے ہیں سوئے دل پریشانانہ ہم کھینچ کر لے آئے روحِ کعبہ و بُت خانہ ہم

فطرتِ عالی بنا لیتی ہے ایماں کفر کو لے گئے عرشِ بریں تک منزلِ بتخانہ ہم

زخمِ پنہاں کو نہ چھیڑ اے چارہ سازِ ناشناس وا کئے بیٹھے ہیں آغوشِ دلِ دیوانہ ہم

مست آنکھوں میں پیا تو ہونے دو حیا کو باریاب خود بقدرِ ظرف کھینچیں گے خطِ پیمانہ ہم

خون کی موجوں پہ بھی تیرے ہیں راہِ عشق میں آگ کے شعلوں پہ بھی گذرے ہیں آزادانہ ہم

مسکرا کر دیکھ لے جاتے ہیں ساقی شب بخیر چاہتے ہیں اک صبوحی کے لئے پیمانہ ہم

فرصتِ بیگانگی تک تھا سکونِ زندگی وہ نگاہ آشنا ہے اور بیتابانہ ہم

صبر کر حدِّ تعین سے گذر جانیکے بعد برہمن ادیں گے جوابِ سجدۂ بتخانہ ہم

وہ مخاطب ہیں، نگاہیں کر رہی ہیں کچھ سوال   چھیڑ دیں اشکِ مسلسل کا دراز افسانہ ہم

جلوہ سامانی حرم کی دیکھ لیں اسعد ہمیں
بتکدے میں پیش کر کے فطرتِ پاکانہ ہم

اشفاق ۔ منشی اشفاق حسین صاحب شاہجہانپوری

دیکھتے ہی دیکھتے اے جلوۂ جانانہ ہم   ہو گئے احساس کی دنیا سے بھی بیگانہ ہم
کھینچ لیں دل لیں شبیہ ساقیِ مے خانہ ہم   بھر لیں جب ذوقِ اپنے عشق کا پیمانہ ہم
ہم سے تم بیگانہ ہو دنیا سے ہیں بیگانہ ہم   تم کہانی حسن کی ہو عشق کا افسانہ ہم
تیری گنجائش نہیں ہے وسعتِ کونین میں   آ چھپا لیں تجھکو دل میں اے غمِ جانانہ ہم
کون ہے وہ جس کو دنیا میں نہیں تیری تلاش   دیکھتے ہیں جس کو پاتے ہیں ترا دیوانہ ہم
قطع ہو سکتا ہے ربطِ باہمی کا سلسلہ   شمع سے کیوں کر چھڑائیں اپنا دامن پروانہ ہم
اب یہ قابو ہے ہمیں دیوانگیِ عشق پر   وہ بھی دیوانہ بنے کہہ دیں جسے دیوانہ ہم
آبِ رحمت لیکے دیکھ ابرِ بہار آ ہی گیا   ہم تہی قسمت نہیں گو ہیں تہی پیمانہ ہم
دیکھ لیتے ہیں جہاں پر آپ کا نقشِ قدم   اس جگہ اک سجدہ کر لیتے ہیں بیباکانہ ہم
بند آنکھیں ہو گئیں گل ہو گئی شمعِ حیات   کہتے کہتے سو گئے اے دل ترا افسانہ ہم

منزلِ مقصود تک اشفاق آئے تو مگر
گم ہوئے ایسے کہ ہیں کونین سے بیگانہ ہم

اصغر جناب اصغر علی خاں صاحب شاہجہانپوری

کی اک آہ اور ہو گئے گم اے دلِ دیوانہ ہم — کہہ گئے دو حرف میں افسانہ در افسانہ ہم
کہہ دیں دو نعروں میں سوز و ساز کا افسانہ ہم — اُن کو شمعِ حُسن دیکھا بن گئے پروانہ ہم
اے نگاہِ یار ہم سے مل کے تو نے کی دغا — ڈھونڈھتے ہیں اب وہ تیرا رنگِ معصومانہ ہم
کوچۂ دلبر کا ہر ذرّہ ہے آئینہ بکف — دیکھتے رہتے ہیں تصویرِ دلِ دیوانہ ہم
اک طرف ہے حُسنِ دلکش اک جانب سوزِ عشق — زینتِ کاشانہ ہیں وہ آفتِ کاشانہ ہم
پیکرِ دل میں کسی نے پھونک دی اک رُوحِ جوش — جاتے جاتے اُنکی محفل تک بنے پروانہ ہم
ایک عالم اِس طرف ہے ایک عالم اُس طرف — چُپ کھڑے ہیں درمیانِ کعبہ و بتخانہ ہم
ایں ہمہ اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر — کہتے ہیں ہر جور پر اے ہمّتِ مردانہ ہم
عشق کیا ہے درحقیقت ایک پرتو حُسن کا — ہم سے بیگانہ ہو تم یا تم سے ہیں بیگانہ ہم
رحم فرما رحم اب اے فطرتِ معصومِ حسن — بیخودی میں کہہ گئے الفاظ گستاخانہ ہم

خرمنِ توبہ پہ اصغر جو گرے بیساختہ
کہتے ہیں اُس برق کو رنگینیٔ پیمانہ ہم

اعجاز منشی اعجاز حسین صدیقی صاحب اکبرآبادی

ہو گئے مِل جُل کے سوز و سازِ خلوتخانہ ہم — شمعِ محفل وہ بنے اور بن گئے پروانہ ہم

چاہتے تھے نشتر رودادِ دلِ دیوانہ ہم
بیخودی میں کہہ گئے لیکن ترا افسانہ ہم

پھول وہ، پیمانہ ہم، گلشن نہ وہ، میخانہ ہم
خوابِ ہستی میں ہیں، اک تعبیرِ عشرت خانہ ہم

دل تو دل، بے روح ہو جائیگی ساری کائنات
ہو گئے جس روز تیری یاد سے بیگانہ ہم

اہلِ محفل سو گئے پروانوں کو نیند آگئی
اور اپنی دھن میں کہتے ہی رہے افسانہ ہم

تا بکے بھٹکے گی گردِ شمع یوں روحِ وفا
کیوں نہ محفل میں بدل دیں مشربِ پروانہ ہم

رازداری کے لئے طاری ہے ہم پر بیخودی
اور دنیا یہ سمجھتی ہے کہ ہیں دیوانہ ہم

جس کو سن کر رو دیئے سب اور وہ ہنسنے لگے
صرف اس ٹکڑے کو سمجھے حاصلِ افسانہ ہم

تم اجازت دو تو پھر آواز دے لیں ہم تمہیں
ہیں پریشانِ سکوتِ کعبہ و بت خانہ ہم

طور و موسیٰ سے کوئی کہہ دے کہ نظریں پھیر لیں
ہونے والے ہیں امینِ جلوۂ جانانہ ہم

ان میں اے اعجاز پہلی سی وہ سرمستی نہیں
جب سے خود ٹھکرا چکے ہیں ساغر و پیمانہ ہم

اقبال منشی اقبال حسین صاحب صفی پوری

یاد کر لیتے ہیں تجھ کو اے دلِ دیوانہ ہم
دیکھتے ہیں جب کوئی ٹوٹا ہوا پیمانہ ہم

سرحدِ غم سے گذر جاتے ہیں بیباکانہ ہم
دل میں رکھتے ہیں متاعِ ہمتِ مردانہ ہم

پاتے ہیں جب تیری جھوٹی ساقیٔ میخانہ ہم
مسکرا کر چوم لیتے ہیں لبِ پیمانہ ہم

عقل ساکت، ہوش گم، آنکھوں میں آنسو، دل میں درد
یاد رکھیں گے سلوکِ جلوۂ جانانہ ہم

تابشِ حسن و فا ہیں روشنیِ عشق ہیں　　دیکھ لیتے ہیں تجھے افسانہ در افسانہ ہم
اللہ اللہ واقعاتِ عہدِ ماضی کا خیال　　ڈھونڈتے پھرتے ہیں کعبہ کی جگہ بتخانہ ہم
ایک ہاں صرف ایک سجدہ نقشِ پائے دوست پہ　　کچھ سہارا چاہتے ہیں لغزشِ مستانہ ہم
اللہ اللہ انتہائے شانِ تکمیلِ جنوں　　دیکھ لیں جس کو بنا ڈالیں اُسے دیوانہ ہم
دیکھ کر اقبال اُن آنکھوں کی نیرنگ گردشیں
بھولتے جاتے ہیں دورِ گردشِ پیمانہ ہم

آبادؔ جناب آباد صاحب سہلی بھیتی

جزو کل میں دیکھتے ہیں سب جلوہ جانانہ ہم　　ہو چکے ہیں بے نیازِ کعبہ و بتخانہ ہم
مثلِ موسیٰ منتظر ہیں جلوۂ جانانہ ہم　　ہوش کیا ہے جان لائے ہیں پئے نذرانہ ہم
کون یوں روزِ ازل سے ہے ترا دیوانہ ہم　　شمع بزمِ قدس تو ہے اور ہیں پروانہ ہم
ہم نہیں موسیٰ جو غش ہو جائیں جلوہ دیکھ کر　　دیکھنے والے ہیں تیرے جلوہ جانانہ ہم
ہم بھی کافر دل بھی کافر بندۂ عشقِ بتاں　　لائے ہیں شیخِ حرم کعبہ میں یہ بتخانہ ہم
دل وہ اپنا ہے ازل سے ہے جو وقفِ بیخودی　　رکھتے ہیں شیشہ میں پنہاں بادہ و پیمانہ ہم
کوئی صورت کیوں نہ ہو ہم شاد اور آباد ہیں
زندگی اپنی بسر کرتے ہیں آزادانہ ہم

آمیر امیر خاں صاحب شاہجہانپوری

پہلے تو کعبہ بنے پھر بن گئے بت خانہ ہم — ہوش کی بات ہے یا ہو گئے دیوانہ ہم
جلوۂ حیرت اثر کو ہم نے دیکھا بارہا — جب کبھی دیکھا ہوئے ہیں عقل سے بیگانہ ہم
عاشقی دیوانگی مشہور اک عالم میں ہے — عشق کے جذبات سے ہیں صورتِ دیوانہ ہم
فہم اور ادراک سے یہ واقعہ ہے بے نیاز — حسنِ جاناں دیکھ کر خود ہو گئے مستانہ ہم
آرزو یہ تھی کہ دیکھیں ظاہری حسن و جمال — دل کے اندر دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم
وہ نظر آتا نہیں مدت سے ہے جس کی تلاش — کر چکے برسوں طواف کعبہ و بت خانہ ہم

کاش پہونچیں اے امیر اڑ کر حریم ناز تک
خاک ہو جائیں کبھی تو صورتِ پروانہ ہم

بدر سید بدر الدین میاں صاحب شاہ آبادی

بیخود و سرمست ہم سرگشتہ و دیوانہ ہم — آ گئے زد میں تیری اے جلوۂ جانانہ ہم
وا اگر کر دیں ذرا بابِ تجلّے خانہ ہم — بخشدیں ذرّوں کو بھی بال و پر پروانہ ہم
پھر وہی ذرّات دل بکھری ہوئی تنہائی کے — آج پھر محفل میں چھیڑیں گے وہی افسانہ ہم
کچھ نگاہیں کہہ رہی ہیں کچھ سکوتِ مستقل — ہیں سراپا دل کے راز و رمز کا افسانہ ہم
جس کی زاہد کو تمنا ہے وہ حاصل ہو گیا — چھوڑ سکتے ہیں بساطِ گوشۂ میخانہ ہم

مسلکِ منصور میں دار و رسن کا خوف کیا ہم کو جو کہنا ہے کہہ دیتے ہیں آزادانہ ہم
اس نیاز و ظرف کی آخر کوئی قیمت نہیں چومتے ہیں دور سے ساقی لبِ پیمانہ ہم
کھینچ کر لے جائیگا جوشِ نیاز و بندگی
پر یہ پہونچیں گے کسی دن تا درِ جانانہ ہم

چونچ جناب گوپالی بابو صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی تنہا شاہجہانپوری تلمیذ حضرت ظریف مرحوم لکھنوی

لے لیا ہم نے ٹکٹ، ہر چند ہیں بیگانہ ہم آئے ہیں محفل میں تیری آج بیباکانہ ہم
اے مسیحا! تیرے بیماروں کا حال اچھا نہیں دیکھ آئے آگرہ کا جا کے پاگل خانہ ہم
آرزوئے بوسۂ لب اور یہ ریشِ دراز اس لیاقت کے ہیں قائل حضرتِ مولانا ہم
یہ یقیں جب سے ہوا حاصل نہ ہوگا وصلِ یار ہو گئے ہیں بے نیازِ ہمّتِ مردانہ ہم
کیا کریں گے سیر کر کے ناحق افلاک کی کر چکے دِلّی میں برسوں سیرِ بالاخانہ ہم
اے حسینو! نوجوانی میں ہے نشۂ اُلفت کی مزہ عالمِ پیری میں کس دل سے کریں یارانہ ہم
ہم خراب و خستہ ہو کر تیرے قائل ہو گئے تو ہے اک گنجینۂ خوبی تو ہیں ویرانہ ہم
اپنے دروازہ پر اب تو گھر بنا لے دیکھئے دے چکے قلب و جگر کا آپ کو نذرانہ ہم
وہ کھڑے تکتے ہی رہے اور ہم نے بوسہ لے لیا ہو گئے قائل ترے اے جرأتِ رندانہ ہم
لطف جب ہے اس طرح بدلے نظامِ حسن و عشق وہ بنیں عاشق دکھائیں زورِ معشوقانہ ہم
ایک عاشق باوفا تھا، بیوفا معشوق ایک کہیے ہوں ہاں تو آگے کا کہیں افسانہ ہم

حُسن پہ تکمیلِ سخن جو پرکھ ہوتی ہی نہیں

عشق کو دیکھو یہیں کب تک ڈبیں بھلا طلبانہ ہم

جناب سید محمد عفیف صاحب ترمذی تلہری

ہو چکے مایوس اُن سے کہہ چکے افسانہ ہم — اب کہاں لیجائیں تجھ کو اے دلِ دیوانہ ہم

ان سے بھی ناآشنا، اُن سے بھی ہیں بیگانہ ہم — اپنی حد میں ہیں میانِ کعبہ و بُت خانہ ہم

آنکھوں آنکھوں میں پلادی جب کوئی جامِ شراب — کیوں نہیں آخر گدائے ساقیِ میخانہ ہم

لاکھ ساقی کا کرم ہم پر سہی کس کام کا — ہیں ازل سے بے نیازِ شیشہ و پیمانہ ہم

ان کی محفل میں جہاں فریاد تک جائز نہیں — دیکھتے ہیں شمع سے سرگوشیٔ پروانہ ہم

ایک آہِ سرد نے سب راز افشا کر دیا — دو ہی حرفوں میں سب اُن سے کہہ گئے افسانہ ہم

واہ ری شانِ وفا صد مرحبا طوفانِ شوق — عمر بھر چوما کئے خاکسترِ پروانہ ہم

خودبخود پردے اُلٹ جاتے ہیں یا قیس کے — جب اُٹھاتے ہیں نگاہِ شوق بے تابانہ ہم

ملتی جلتی ہے ہماری داستانِ غم حباب

دیکھتے ہیں پاس سے بے تابیٔ پروانہ ہم

جناب سید حبیب احمد صاحب شاگرد حضرت اصغر شاہجہانپوری

یہی کیا کم ہے کہ پہنچے تا درِ جانانہ ہم — گو کسی صورت سے پہنچے اے دلِ دیوانہ ہم

بیخبر اس چیز کی لذت سے تو واقف نہیں — کیا کہیں او ناشناسِ بادہ و پیمانہ ہم

انتہائے وہم سے ہی اک نظر سوئے فلک — ایک نظر سے دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم

گو نگاہیں پاک ہیں لیکن ہیں جلوے پاک تر — وہ نظر آئیں تو دیکھیں کیوں دلِ دیوانہ ہم
لطف تو یہ ہے ہمیں خود بھی نہیں اس کی خبر — کیوں فراہم کرتے ہیں خاکسترِ پروانہ ہم
عالمِ وحشت کو رکھ رکھ کر نظر کے سامنے — ڈھونڈتے پھرتے ہیں اپنے رنگ کا دیوانہ ہم
دم لبوں پر آ رہا ہے آخری ہچکی کے ساتھ — اک ذرا ٹھہرو تو کہہ دیں حاصلِ افسانہ ہم

اے حبیبِ خستہ دل یہ کہہ کے وہ رخصت ہوئے
تا کجا سنتے رہیں گے آپ کا افسانہ ہم

خرد منشی بیج ناتھ پرشاد صاحب لسوانی

عشق میں غافل نہیں ہیں اے دلِ دیوانہ ہم — ہر نفس میں کر رہے ہیں شرحِ صد افسانہ ہم
مے کشی کا ذوق ہے تو یہ کا بھی دل میں خیال — ہاتھ میں لیتے ہیں رکھ دیتے ہیں پھر پیمانہ ہم
لب پہ آہِ سرد تھی آنکھوں سے تھے آنسو رواں — دل کی بربادی کا یوں کہتے رہے افسانہ ہم
کعبہ جاتے جاتے دل میں آ گیا یہ کیا خیال — راہ کترا کر چلے ہیں جانبِ بتخانہ ہم
ناتوانی کا یہ عالم پاؤں شل منزل بعید — طالبِ امداد ہیں اے ہمتِ مردانہ ہم
جلوہ گاہِ ناز میں خود ہی سنبھلتا ہے محال — کس طرح تجھ کو سنبھالیں اے دلِ دیوانہ ہم
کچھ خبر بھی ہے تجھے دل پس گیا دل پس گیا — مٹ گئے ہاں مٹ گئے اے لغزشِ مستانہ ہم
رفتہ رفتہ سننے والے بن گئے تصویرِ غم — یوں لبِ خاموش سے کہتے رہے افسانہ ہم

ہجرِ ساقی میں ہمارا شغل ہے یہ اے خرد
دل کو شیشہ جانتے ہیں آنکھ کو پیمانہ ہم

خلیل مولوی محمد خلیل خاں صاحب عرف راجہ منّو خاں صاحب شاہجہانپوری

پوچھتے ہیں تجھ سے اے سوزِ غمِ جانانہ ہم — ہمسفر شمع ہیں یا ہمسرِ پروانہ ہم
ہو چکے حلقہ بگوشِ نرگسِ مستانہ ہم — کر چکے ایماں فدائے گردشِ پیمانہ ہم
آئینہ کیا جذبِ الفت دیکھکر حیران ہے — کیا نظر آتے ہیں اُس کو صورتِ جانانہ ہم
ہو گئی مٹنے کی شہرت اور بھی مٹنے کے بعد — خاک میں مل کر زمانے میں بنے افسانہ ہم
پھر جنوں اُبھرا گریباں کی اُڑیں پھر دھجیاں — پھر بہار آئی چلے پھر جانبِ ویرانہ ہم
طے ہوئیں جب عشقِ کامل سے فنا کی منزلیں — آپ ہی عاشق ہوئے ہیں آپ ہی جانانہ ہم
آج کوئی مسکرا کر پھر ہوا ہے بے نقاب — آج پھر دہرا رہے ہیں طور کا افسانہ ہم
کیا بتائیں پوچھ لو اپنی نگاہِ ناز سے — کس طرح مقتول ہوئے ہیں کسطرح دیوانہ ہم
نقشِ پائے دلربا نے دل کو کھینچا اسطرح — کوچۂ دشمن کو سمجھے کوچۂ جانانہ ہم

رام ہو گا وہ بُتِ کافر تو ہے جنّت خلیل
جا کے کعبہ میں کریں گے سجدۂ شکرانہ ہم

درد۔ اسعدی شاہجہاں پوری

مستیوں میں غرق ہیں بے بادہ و پیمانہ ہم — رکھتے ہیں زاہد اچھوتا مسلکِ رندانہ ہم
آؤ محفل میں الٹ دیں ان کے چہرہ سے نقاب — اور دکھلا دیں ذرا خونِ دلِ پروانہ ہم

واہ ری جذبِ محبت واہ ری معراجِ شوق
ہر قدم پر دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم

مست نظروں سے اگر تو دیکھ لے ساقی دہر
پھینکدیں جام و صراحی توڑ دیں پیمانہ ہم

روز افزوں ہو اگر دردِ محبت چارہ ساز
زندگی بھر فرض سمجھیں سجدۂ شکرانہ ہم

اس کے آگے یاد کیا آئی کسی کی التجا
جس کے آگے اپنی ہستی سے ہوں خود بیگانہ ہم

آ رہا ہے کھینچ کے دل بالائے مژگاں لخت لخت
آج پھر دہرا رہے ہیں عشق کا افسانہ ہم

وہ زمانہ زندگی کے دور میں کیوں ہو شمار
عشق بیگانہ تھا دل سے عشق سے بیگانہ ہم

کہتے کہتے داستانِ وحشتِ فرہاد و قیس
کہہ گئے سب دردِ دل افسانہ در افسانہ ہم

کیوں قدم آگے بڑھائیں ورنہ حدِ ضبط سے
کیوں بنائیں محفلِ ہستی کو ماتم خانہ ہم

دِل جناب مولانا حکیم محمد ضمیر حسن خاں صاحب شاہجہانپوری

سوز ہم دل سوز ہم جانبازیٔ پروانہ ہم
بن گئے جاتی ہوئی دنیا ترا افسانہ ہم

کہہ رہے ہیں سرگذشتِ عشق بے تابانہ ہم
ختم سر ہو داد ہم آغاز سرافسانہ ہم

کھینچتی باد مخالف جب سفینہ لے چلی
دور تک دیکھا کئے ساحل کو مایوسانہ ہم

اشک رنگیں ہو چکے خونِ تمنا ہو چکا
آج چھیڑیں گے یہیں سے اک نیا افسانہ ہم

جام کوثر، روح بادہ، جنتِ میکش کا پھول
اور کیا سمجھیں تجھے اے نرگسِ مستانہ ہم

آج یہ کہہ کر ہوئے قرباں اُن پر جاں نثار
بزم سوز و ساز میں تم شمع اور پروانہ ہم

شمالِ روداد ہو کر بجھ گئی شمعِ سحر
سوزِ دل کا جب مکمل کر چکے افسانہ ہم

اے نگاہِ منفعل خوددار رہنا چاہیے
ہم سمجھتے ہیں ترا یہ عذرِ معصومانہ ہم

ہر نظر شرحِ تمنا ہر نفس پیغامِ یاس
سن چکا اک سننے والا کہہ چکے افسانہ ہم

دلکا اک شعبدہ ہے یہ طلسمِ زندگی
جس نظر سے دیکھئے آباد ہیں ویرانہ ہم

سرگذشتِ نامکمل واقعاتِ ناتمام
ایک افسانہ ہے دنیا دوسرا افسانہ ہم

حضرتِ دل زندگی چلتی ہے اک دنیا میں
درسِ عبرت ہیں مثالِ سبزۂ بیگانہ ہم

راحت محمد راحت اللہ خاں صاحب تلہری

دل نیازِ ماسوا سے رکھتے ہیں بیگانہ ہم
بزم میں بھی ہو تو بنا لیتے ہیں خلوت خانہ ہم

سنتے ہیں اپنا زبانِ شمع سے افسانہ ہم
بن گئے آخر حریفِ جذبۂ پروانہ ہم

پھرتے ہیں ہر انجمن میں بیخود و مستانہ ہم
حسن کی افسوں گری ہم عشق کا افسانہ ہم

کیا تجھے احساسِ غم تو ناشناسِ ہوش ہے
ہو گئے بیزار جی سے اے دلِ دیوانہ ہم

کچھ اداؤں کے تصور کچھ نگاہوں کے خیال
کعبہ دل میں لئے پھرتے ہیں اک بتخانہ ہم

نیم عریاں ہو گئے جلوے نگاہیں بے قرار
گھر سے نکلے ساتھ لیکر جیب دلِ دیوانہ ہم

یاد کر وہ دورِ آغازِ محبت یاد کر
تیرے پامالوں میں تھا اک لغزشِ مستانہ ہم

اس فضا میں عشق کی پرواز ہم کو لے گئی
جس فضا میں دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم

ٹوٹ جائیگا سکوتِ نازِ بے جا کا طلسم
لائیں گے جس وقت اب تک نعرۂ مستانہ ہم

اے بیاباں کے بگولے چاہتے ہیں تجھ سے داد
اپنی بربادی کا کہنے آئے ہیں افسانہ ہم

ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم لذّتِ راز و نیاز
چاہیئے اس کے سوا کیا، شمع تم، پروانہ ہم

ہم کو راحت آ ہی جاتا ہے خیالِ چشمِ یار
صرف گردش دیکھتے ہیں جب کوئی پیمانہ ہم

رشید سیّد ارشاد حسن صاحب شاہجہانپوری

آنسوؤں سے کیوں بھرے ہیں محتسب پیمانہ ہم؟
ہو نہ جائیں سربسر خاکِ درِ میخانہ ہم؟

کیوں ہوئے جاتے ہیں عقل و ہوش سے بیگانہ ہم؟
شاید آپہنچے قریبِ منزلِ جانانہ ہم!

بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے سے صورتِ دیوانہ ہم
جیسے ہوں بیگانۂ رازِ مے و میخانہ ہم

جانے ہم نے کیا کہا ہو، جانے وہ سمجھے ہوں کیا
مست نازِ حسن وہ تھے، ہوش سے بیگانہ ہم

فرق کچھ رو رو کے اور خاموش جلنے میں بھی ہے؟
جاؤ ہم یہ مانتے ہیں شمع تم، پروانہ ہم

کون کرتا عرضِ مطلب؟ کون کہتا حالِ دل
تھے وفورِ شوق میں مفہوم سے بیگانہ ہم

جس پہ ہنگامے بپا کرتی رہی دنیائے عقل
آج پھر کہنے کو بیٹھے ہیں وہی افسانہ ہم

یہ کمالِ جستجو ہے یا کمالِ بے خودی
ہوگئے جوشِ طلب سے سربسر بیگانہ ہم

آپ فرماتے ہیں رازِ دل نہ افسانہ بنے
لیجئے صاحب بنے جاتے ہیں خود افسانہ ہم

پھر وہ ہیں مصروف پرسشِ التفاتِ خاص سے
پھر ہوئے جاتے ہیں عقل و ہوش سے بیگانہ ہم

اے رشیدؔ اب تک نہ سمجھا کوئی رازِ کائنات
یہ جہاں افسانہ ہو اور حاصلِ افسانہ ہم

رمزؔ مولوی سیّد وجاہت حسین صبا تلہری

چشمِ ساقی کو سمجھتے ہیں مے و مے خانہ ہم — کھا نہیں سکتے فریبِ ساغر و پیمانہ ہم
اپنی مستی سے ہیں خود بیگانہ در بیگانہ ہم — کیا اٹھائیں گے حجابِ کعبہ و بت خانہ ہم
کہہ رہے ہیں مجھ سے کچھ مٹتے ہوئے نقشِ قدم — اب بھی رکھتے ہیں شکوہِ افسرِ شاہانہ ہم
پہلے اپنے آنسوؤں میں گوندھتے ہیں دل کی خاک — پھر بناتے ہیں چراغِ محفلِ جانانہ ہم
کیا کریں چشمِ تغافل کیش ساقی کا گلا — کچھ تو رکھتے تھے مذاقِ ساغر و پیمانہ ہم
حسنِ گل سازِ جنوں، سازِ جنوں حسنِ بہار — ننگِ فطرت ہیں اگر اب بھی نہ ہوں دیوانہ ہم
مشتعل کی آتشِ غم، اے شبابِ امتحاں — بن رہے ہیں کیا کسی کے شمعِ خلوت خانہ ہم
رازِ حق لطفِ جنوں کی نذر کرنا ہے گناہ — کیا بنائیں دار و رسن سے کھیل کر افسانہ ہم
چارہ گر کی شاعری بوئے گلِ تر کا مذاق — کب نہ تھے دیوانہ ہم کب ہو گئے دیوانہ ہم
رنگِ محفل دیکھ کر ساقی کی نظریں دیکھ کر — میکدے میں خود بنا لیتے ہیں اک پیمانہ ہم

اب یہاں تک شوقِ گمنامی نے پہنچایا ہے رمزؔ
غیر تو غیر اپنی نظروں میں بھی ہیں بیگانہ ہم

زارؔ جناب پنڈت تربھون ناتھ زتشی دہلوی - پروفیسر اردو و اندرپرستھ گرلز ڈگری کالج دہلی

غزل عاشقانہ

دل کو پاکر او بتِ کافر ترا کاشانہ ہم　　بتکدے کو کعبہ سمجھے کعبہ کو بت خانہ ہم
تھے جنونِ سر دادہ و سودائی و دیوانہ ہم　　لکھ چلے خونِ جگر سے عشق کا افسانہ ہم
تیرے صدقے ذوالفقارِ ابروئے جانانہ ہم　　کرتے ہیں سایہ میں تیرے سجدۂ شکرانہ ہم
دل کی کچھ ہوتی تسلی بندھتی کچھ آنکھ کو آس　　گر زکوٰۃِ حسن پاتے رہتے کچھ روزانہ ہم
چٹکیاں کھاتے سرِ رہ گر نہ آتے نقشِ پا　　خلوتِ دشمن میں جاتے یوں نہ بیتابانہ ہم
چشمِ کافر کیش کو پڑھتے رہے نامِ خدا　　آشنا سے آشنا بیگانہ سے بیگانہ ہم

تن کی رگ رگ کو بنا کر رشتۂ زنّار زارؔ
دل کے داغوں سے بنا لیں سبحۂ صد دانہ ہم

ایضاً رندانہ

پی کے ربِّ کُم کی مے اور ہو گئے مستانہ ہم　　بن گئے اب سربراہِ حلقۂ رندانہ ہم
ہیں گدائے میکدہ دُردی کشِ خمخانہ ہم　　کرتے ہیں پی کر ادائے سجدۂ شکرانہ ہم
تیرے صدقے ساقیِ کوثر کہ صہبائے الست　　سیر ہو کر اوک سے پیتے ہیں بیتابانہ ہم
پی ربوبیت کے خم سے وہ الوہیت کی مے　　بن گئے مستِ فنا فی اللہ مے خانہ ہم

آپڑے در پہ تیرے پیرِ خراباتِ مُغاں　　کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بُت خانہ ہم
ہیں خرابا تی خراب آستانِ میکدہ　　دشمنِ ہوش و خرد اور آپ سے بیگانہ ہم
ڈگمگا کر پیتے ہیں رطلِ گرانِ بیخودی　　مست ہیں مجذوب ہیں پا کر لقب دیوانہ ہم
زارؔ تھے لاچار تھے پر بندہ مختار تھے
ٹوٹی توبہ کا بڑھاتے دل نہ کیوں روزانہ ہم

ایضاً صوفیانہ

یاد ایاّمے کہ تھے آسودہ و یرانہ ہم　　ہانکتے تھے بڑ انا لیلیٰ کی مجنونانہ ہم
ہر تعیّن گاہ کو سمجھے ترا کاشانہ ہم　　کرتے کیوں کر امتیازِ کعبہ و بُت خانہ ہم
قُل ہو اللہ و آحد رٹ رٹ کے معصومانہ ہم　　سمجھے تیری معرفت کو بازیِ طفلانہ ہم
جلوہ عُریانِ شمع معرفت تقدیر ہے　　ہیں بہانے سُرمہ خاکسترِ پروانہ ہم
کیسی ہیبت کیسی طاعت، سجدہ درگاہ کیا　　کیوں کسی کے ہوں کنوڈ سے اذ دل دیوانہ ہم
کبریائے مشترکیں ہو جب خدائی اہل دیں　　کس کا شکوہ پھر کریں کس کا ادا شکرانہ ہم
زارؔ ہے دلدار سے شیر و شکر جان و جگر
کس کو اب مہمان سمجھیں کس کو صاحبخانہ ہم

ایضاً صوفیانہ بہ جدّت قافیہ

جزو کل تھے کب مثالِ موج و دریا نہ ہم　　کونسے دن وصل لا تھے صورتِ الّا نہ ہم

بے کہے ارنی ہوئے کیا غیرتِ موسیٰ نہ ہم
لن ترانی کا ڈھکے تھے کیا تری پروانہ ہم

آپ کو روح القدس ہر سانس سمجھ کیا ہم
ہر نفس کو اپنی سمجھ یادِ دمِ عیسیٰ نہ ہم

جلتے منصور کو حق گو اگر حقّا نہ ہم
لب پہ لاتے پھر انا المحبوب کو حاشا نہ ہم

نارِ سے نمرود کی کھاتے اگر دھوکا نہ ہم
ہوتے گلزارِ خلیل اللہ کے شیدا نہ ہم

حسنِ آتش زا کسی کا ہو گیا حجابِ سوز
دیکھ پاتے ورنہ جلوہ نورِ پیکر کا نہ ہم

تجلّہ دل میں چھپی آنکھوں کی پردوں سے ڈھکی
اس عروسِ جاں کو پاتے کاش شرمیلا نہ ہم

دیکھتے ہی اک جھلک دلدار کی کھو یا گیا
جانتے تھے جو جھلے کا زار کو بیٹھا نہ ہم

زار منشی محمود حسن صاحب شاہجہانپوری

لائے ہیں ساقی نیاز مسلکِ رندانہ ہم
آئے ہیں بہرِ طواف شیشہ و پیمانہ ہم

رکھتے ہیں قطرے میں اپنی جرأتِ رندانہ ہم
محتسب سے پوچھ لیتے ہیں درِ میخانہ ہم

چارہ فرما اب ہماری وحشتوں کا کر علاج
ڈھونڈتے ہیں اپنے پہلو میں دلِ دیوانہ ہم

نطق میں پہلے فراہم کر تو لیں کچھ بجلیاں
پھر کہیں گے اضطرابِ شوق کا افسانہ ہم

مرحبا حسن و محبت کی نشاط آرائیاں
تو بہارِ ناز تم سرگشتہ و دیوانہ ہم

مستیوں میں پیرہائی لغزشوں میں راستی
دل سے پیرو ہیں تری راہِ مسلکِ رندانہ ہم

وہ تبسم چاہیے کیا ہم کو پیر ڈالے پیمانہ
ہو نہیں سکتے رہینِ منتِ بیگانہ ہم

دیکھنا ہے اُن کی نظروں کا بھی حُسنِ امتیاز — انجمن میں لے کے آئے ہیں دلِ دیوانہ ہم
دیکھ زاہد پھر کسے ترجیح دیں اہلِ نظر — پیش کر تو اپنا تقوے لے مسلکِ رندانہ ہم
رکھتی ہے سو کیفِ رنگیں ایک چشمِ التفات — چاہتے تھے تجھ سے اے ساقی یہی پیمانہ ہم

احترام تو یہ بھی ہے موسمِ گُل بھی ہے زآر
دیکھ لیتے ہیں بہ حسرت جانبِ میخانہ ہم

زآر۔ جگل کشور سیٹھ صاحب بی، اے، ایل ایل بی شاہجہانپوری

پھر رہے ہیں اے حسینو اس لئے رندانہ ہم — ڈھونڈھتے ہیں اپنے دل کے واسطے کاشانہ ہم
شوق تھا اک دل کو آخر کھینچ کر لے ہی گیا — گرتے پڑتے جا ہی پہنچے تا درِ جانانہ ہم
بے نقاب آنا تھا اُن کا ہوش نے ڈالی سپر — اب تو ہارے ہیں گے خوشی سے ہمتِ مردانہ ہم
کیا سبب ہے سچ بتا دو کیوں نہیں کرتے قبول — ناز کا پالا ہوا دل دیتے ہیں نذرانہ ہم
آتی ہے دیر و حرم میں ایک ہی صورت نظر — کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بُت خانہ ہم
بڑھ رہے ہو جوشِ جنوں چلنے تو دو بادِ بہار — بیٹھے بیٹھے توڑ دیں گے شیشہ و پیمانہ ہم

شکر کی جا ہے الٰہی تو نے مستغنی کیا
گو کہ حالت زآر ہے پھرتے تو ہیں مستانہ ہم

ساحرؔ جناب پنڈت امرناتھ مدن صاحب دہلوی

منتظر تا ہیں دہم مرگ و زیست سے بیگانہ ہم — شاہدِ بزمِ ازل تم شمع ہو پروانہ ہم

خود نما ہے لن ترانی میں وہ حسنِ پردہ دار — حرف سے ناآشنا ہیں صورتِ بیگانہ ہم

نقشبندِ صورت و معنی تجلّی میں ہے نور — جاں سراپا حسن ہو کعبہ ہو دل بتخانہ ہم

نورِ عرفاں ہے ضیا بخشِ مساواتِ نظر — شمع ساں یکساں ہیں نورِ کعبہ و بتخانہ ہم

جلوہ ہائے حسن سے ہے نور کا عالم نگاہ — نغمۂ تارِ نفس سے ہیں زخود بیگانہ ہم

حلقۂ پیرِ مغاں میں ہے یہی وردِ زباں — ہم ہیں ساقی ہم ہیں میکش بادہ ہم پیمانہ ہم

عارفوں کا قلب ہے آئینۂ اسرارِ ذات — نورِ وحدت حسنِ کثرت کے ہیں خلوتخانہ ہم

ہم چھکے بیٹھے ہیں ساقی کی نگاہِ مست سے — کیف کے عالم میں ہیں بے منتِ پیمانہ ہم

چشمِ ساقی کارفرما شانِ رحمت دستگیر — لائی قسمت اور چلے آئے سوئے میخانہ ہم

ہم ہیں سرمستِ ازل جامِ مئے توحید سے — نشۂ پندارِ ہستی سے رہے بیگانہ ہم

ہیں مئے منصور کے ساغر ازل سے جرعہ کش
راست گوئی اور جانبازی میں ہیں افسانہ ہم

ساغر جناب ساغر نظامی میرٹھی

ہو نہیں سکتے اسیرِ کعبہ و بتخانہ ہم — ہیں براہِ راست محوِ جلوۂ جانانہ ہم

ساقیِ سرشار تم ہو تشنہ و دیوانہ ہم — آؤ مل جل کر بنا دیں دہر کو مے خانہ ہم

مدتوں بھولے رہے ہیں وسعتِ کونین کو — ہم سمجھتے ہیں رموزِ گوشۂ مے خانہ ہم

جرأتِ رندانہ کی وہ دہر آشوبی کہاں — پھر بھی ہیں اک یادگارِ جرأتِ رندانہ ہم

پھر اشارہ کر بھری محفل میں چشمِ مست سے
جگمگا دیں پھر نصیبِ گوشۂ میخانہ ہم

حکم ہے جلتے رہیں چپکے رہیں بجھتے رہیں
غمکدہ ہو یہ جہاں اور شمعِ ماتم خانہ ہم

اپنی محفل میں نہ طعنِ بے زبانی دو ہمیں
وقت آئیگا تو کہہ دیں گے ترا افسانہ ہم

جس میں تپ سکتی ہو ساقی تلخیِ عمرِ رواں
تیری آنکھوں سے لئے جاتے ہیں وہ پیمانہ ہم

شمع بھی سنتی رہی پروانے بھی سنتے رہے
اور وہ سوتے بھی رہے کہتے رہے افسانہ ہم

جب سے بخشی تیرے جلووں نے نظر کو آگہی
دیکھتے ہیں ماورائے کعبہ و بتخانہ ہم

سر نہیں اٹھتا ہے ساغر لیجئے ساقی سے کبھی
پھر بھی ہیں ناقابلِ یک سجدۂ مے خانہ ہم

سخا سخاوت حسین شاہجہاں پوری از کانپور

ہر نفس پر پہلے کر لیں سجدۂ شکرانہ ہم
پھر کہیں گے اس کے حسنِ خلق کا افسانہ ہم

کیا سنائیں ربطِ حسن و عشق کا افسانہ ہم
مختصر یہ ہے کہ وہ ہیں شمع اور پروانہ ہم

آذریت میں سر بسجدہ روبروئے عکسِ دوست
دل کو اب کعبہ سمجھ لیں یا کہیں بتخانہ ہم

عشق نے کس عالمِ حیرت کی جانب رخ کیا
خود نظر آنے لگے اپنے کو جو بیگانہ ہم

بیخودی طاری تھی لیکن چشمِ باطن باز تھی
دیکھتے تھے التفاتِ جلوۂ جانانہ ہم

کس طرح آتا ہے واپس دور میں جامِ شراب
دیکھنے آئے ہیں ساقی رجعتِ پیمانہ ہم

یہ جمالِ ظاہری اور یہ کشش ایماں شکن
چھوڑ کر کعبہ چلے آخر سوئے بت خانہ ہم

دی تصور کو مدد اے ساکنِ دیر و حرم
دل کی دنیا میں بناتے ہیں ترا کاشانہ ہم

بحثِ حسن و عشق کا ناصح یہی ہے ماحصل — تو ہمیں دیوانہ سمجھے اور تجھے دیوانہ ہم
رات دن کرتے ہیں غور و فکر اک اک سانس پر — یوں مرتب کر رہے ہیں زیست کا افسانہ ہم

اے سخا اس کی تجلّی دل سے ٹکرانے لگی
بادۂ عرفاں سے جب بھرنے لگے پیمانہ ہم

سفارش سفارش علی میاں صاحب شاہجہاپوری شاگرد رئیس الشعراء حضرت اصغر

مدظلہٗ العالی شاہجہانپوری

شرم آتی ہے کہیں کیا حاصلِ افسانہ ہم — وہ یگانہ تھا جسے کہتے ہیں اب بیگانہ ہم
مُشترک حُسن و محبت کا ہیں اک افسانہ ہم — گُل ہیں خود بلبل ہیں خود خود شمع خود پروانہ ہم
دیکھنے کی حد میں دیکھیں اس قدر ہمت کہاں — دیکھنے کو دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم
اس کے جذبہ پر تصدق اُسکی ہمّت پر نثار — شمع پر پروانہ وہ پروانہ پر پروانہ ہم
کوئی ہم سا ہم کو مل جائے تو حالِ دل کہیں — ہر کس و ناکس سے کیوں کہتے پھریں افسانہ ہم
بر سرِ اولادِ آدم ہر چہ آید بگزرد — اس قدر تو جانتے ہیں اے دلِ دیوانہ ہم
اے مذاقِ عشق کامل مرحبا صد مرحبا — ضبط کی تصویر ہیں تاثیر سے بیگانہ ہم
چشم خوں آلود سے اکثر کہا کرتا ہے دل — شرحِ افسانہ تو ہے حاصلِ افسانہ ہم

اے سفارش یہ تمنّا ہے کہ ہم رنگِ کلیم
دیکھتے اپنی نظر سے جلوۂ جانانہ ہم

سیماب مولینا عاشق حسین صاحب صدیقی وارثی اکبرآبادی

سنہ ۱۹۳۱ء کی پرانی غزل

اک تڑپ رکھتے ہیں دل میں برقِ صد کاشانہ ہم — کیوں کسی سے مانگنے جائیں چراغِ خانہ ہم
ضبط سے ناآشنا ہم، صبر سے بیگانہ ہم — انجمن میں ہیں شریکِ قسمتِ پروانہ ہم
خود ہی سازِ بیخودی کو چھیڑ دیتے ہیں کبھی — خود ہی سنتے ہیں حدیثِ ساغر و پیمانہ ہم
دفعتاً سازِ دو عالم بے صدا ہو جائیگا — کہتے کہتے رک گئے جس دن ترا افسانہ ہم
شمع ایوانِ حرم ہو یا چراغِ طاقِ دیر — ہم کو دونوں سے تعلق ہے کہ ہیں پروانہ ہم
یہ تڑپ، یہ سوز آگینی، یہ ظرفِ مختصر — غور سے دیکھا کئے پیراہنِ پروانہ ہم
دل جلا، پھر خود جلے، پھر ساری دنیا جل اٹھی — سوز لائے تھے بمقدارِ پرِ پروانہ ہم

بس کہ ہے سیماب بدھری نگاہوں کا شعار
ہیں رہینِ التفاتِ خاطرِ بیگانہ ہم

سنہ ۱۹۴۱ء کی تازہ غزل

کیا کریں اب شکوۂ بے ربطیٔ گل خانہ ہم — کیوں رہے گلشن میں بنکر سبزۂ بیگانہ ہم
شمع بن کر کچھ جلے، کچھ صورتِ پروانہ ہم — رفتہ رفتہ ہو گئے صرفِ تجلّی خانہ ہم
جن کے عرفانِ تجلّی میں رہے دیوانہ ہم — اُن سے کہہ دینا کہ اب خود ہیں تجلّی خانہ ہم

ایک دن یہ ہے کہ ہیں افسانہ خوانِ کائنات
ایک دن ہوگا کہ خود ہوجائینگے افسانہ ہم

جب مآلِ برق یکساں ہو تو کیا تخصیصِ طور
آشیاں کو بھی سمجھتے ہیں تجلّی خانہ ہم

دل تپیدہ ہی سہی، لب کیوں ہوں شیون آشنا
جانتے ہیں لذّتِ خاموشیِ پروانہ ہم

حسن ہو سوز آشنا، تو عشق کی قسمت ہو ساز
چاہتے ہیں انقلابِ فطرتِ پروانہ ہم

اک نفس بانگِ درا ہے اک نفس کوسِ رحیل
بڑھ رہے ہیں کوششِ منزل میں بیتابانہ ہم

لالہ و گل کو دیا ہے ہم نے درسِ زندگی
ہیں شریکِ انقلابِ گلشن و ویرانہ ہم

آدمیت سے ترقی کا کوئی امکاں نہیں
بن سکے کچھ اور تو بن جائینگے افسانہ ہم

فصلِ گل پھر آگئی رومان و نزہت درکنار
پھر غزل خواں ہوگئے سیماب سرمستانہ ہم

شاد مولوی اکرام احمد صاحب صدیقی بدایونی ریٹائرڈ سپروائزر ڈاکخانہ

کاش ان جلووں میں گم ہو کے دلِ دیوانہ ہم
دل کو پاتے لحظہ لحظہ اک تجلّی خانہ ہم

بیکسی میں کیا کریں دور از مے و میخانہ ہم
بھر رہے ہیں اشکِ خوں سے عمر کا پیمانہ ہم

کیوں ضیا بخشِ سحر داغِ دلِ مایوس ہو
کب گدا کے گھر میں پاتے ہیں چراغِ خانہ ہم

اپنی ہستی کا وجود اس کے سوا کچھ بھی نہیں
اپنی ہستی کی حقیقت سے ہیں خود بیگانہ ہم

چشمِ ساقی دیکھ کر یوں آگیا چہرہ پہ نور
پی گئے جیسے کہیں پیمانے پر پیمانہ ہم

چلتے چلتے دشتِ وحشت میں جو تھک جاتے ہیں پاؤں
ہر قدم پر دیکھتے ہیں اپنا زندان خانہ ہم

دل کہاں، داد وفا کیسی، محبت ہو چکی
اب تو عالم میں ہیں اک فسانہ ہی فسانہ ہم

جلوۂ دیر و حرم کو ایک پاتی ہے نظر
دیکھتے ہیں جب بنائے کعبہ و بتخانہ ہم

ہر نفس کرتے ہیں ختم زندگانی کا شمار
زیست میں کہتے ہیں گویا موت کا افسانہ ہم

رنگ اپنا تک خونِ دل ہے شاملِ رنگِ شفق
دیکھتے ہیں دامنِ گردوں میں یہ روزانہ ہم

سر پہ لیں گلشن میں کیوں اے شاؔد احسانِ بہار
چار تنکوں سے بنا لیتے ہیں اک کاشانہ ہم

شاؔد حکیم الطاف حسین صاحب شاہجہانپوری

ہونگے کیوں کر آشنائے منزلِ جانانہ ہم
ہم سے دل نا آشنا ہے دل سے ہیں بیگانہ ہم

زینتِ میخانہ مستی حاصلِ میخانہ ہم
زہد و تقوے لے کے چلے غرقِ مئے پیمانہ ہم

خود نہیں تاثیر خود کہہ کر سنیں افسانہ ہم
ہم سمجھتے ہیں اشاراتِ دلِ دیوانہ ہم

آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جانبِ میخانہ ہم
ہیں ازل سے بے نیازِ شیشہ و پیمانہ ہم

وجد میں پیمانے آئے کھل گئے شیشوں کے منہ
رکھتے ہیں کیا اعتبارِ نعرۂ مستانہ ہم

درہم و برہم نہ ہو جائے نظامِ کائنات
لو عیاں کرتے ہیں اسرارِ دلِ دیوانہ ہم

کیفِ مے سے اُن کا چہرہ ماہِ تاباں ہو گیا
آج بھر بھر کے انھیں دیتے رہے پیمانہ ہم

ہے نظر کے سامنے بیتابیِ ذوقِ کلیم
دیکھتے ہیں دور تک سوزِ پرِ پروانہ ہم

ساکنانِ دیر کی دل پہ شبیہیں کھچ گئیں
رکھتے ہیں آغوش میں نیرنگیِ بتخانہ ہم

ساقیِ نامہرباں کی بے رُخی صد الاماں — دل لیے پھرتے ہیں یا ٹوٹا ہوا پیمانہ ہم
لے چلیں کالی گھٹائیں آج ہم کو لے چلیں — کیوں نہ کھنچتے جائیں حالِ جذبۂ میخانہ ہم
شادؔ نظروں سے ہوا اُن کے تبسّم آشکار
رازِ دل کا جب بیاں کرنے لگے افسانہ ہم

شانؔ محمد مسعود خاں صاحب نجیب آبادی

خاکِ صحرا چھانتے ہیں صورتِ دیوانہ ہم — ہائے پہچانیں گے کیا اپنا اور بیگانہ ہم
آن پہنچی ہے خزاں اور ختم ہے دورِ بہار — بلبلِ رنگیں نوا دیکھیں ترا اِترانا ہم
دیکھ اے ابرِ کرم کر کچھ کرم تو ورنہ پھر — جانتے ہیں چشمِ پُرنم سے بھی مینہ برسانا ہم
رُو برُوئے غیر دل آزاریاں اچھی نہیں — آہ ظالم تجھ کو سمجھے تھے کبھی ایسا نہ ہم
جانکنی کے وقت وہ اے کاش آنکلیں کہیں — ہچکیاں لیکر سناتے جائیں گے افسانہ ہم
اُف غضب اُن کی تغافل پر نظر کرتی نہیں — کر چکے ہیں دل تصدق اور جگر نذرانہ ہم
جستجوئے یار میں اب اپنا جینا ہے محال — کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بُت خانہ ہم
شانؔ راہِ عشق کو کہتی ہے دنیا کیوں کٹھن
کوچۂ جاناں میں جائیں کیوں نہ بیباکانہ ہم

شمسؔ شاہجہاں پوری

عازمِ کعبہ ہوں یا ہوں عازمِ بتخانہ ہم — کس طرف جائیں بتا تو اے دلِ دیوانہ ہم

یوں ہوئے جاتے ہیں مرگ و زیست سے بیگانہ ہم
سن رہے ہیں بیخودی میں اک عجب افسانہ ہم

وائے قسمت آئے تھے پامال ہونے کے لئے
باغِ عالم میں مثالِ سبزۂ بیگانہ ہم

المدد اے ضبطِ گریہ المدد اے ضبطِ غم
ان سے کہنے کے لئے بیٹھے ہیں اپنا افسانہ ہم

بٹ رہی تھیں جب ازل میں سوختہ سامانیاں
اک طرف منہ تک رہے تھے سب کا بیتابانہ ہم

تجھ کو دیکھیں اور رہیں بیگانۂ ہوش و حواس
کیا کوئی کم ظرف ہیں اے جلوۂ جانانہ ہم

ہے کہانی ایک لیکن مختلف عنوان سے
ہیں کہیں بلبل کہیں شبنم کہیں پروانہ ہم

آپ کے تیرِ نظر کا پاس تھا مدِ نظر
ورنہ کہتے خون میں ڈوبا ہوا افسانہ ہم

روک سکتی ہوں تو طوفاں خیز موجیں روک لیں
آ گئے ساحل پہ اب اے ہمتِ مردانہ ہم

تجھ سے وابستہ تھیں کل تک گھر کی کیا کیا رونقیں
رو رہے ہیں آج تجھ کو اے چراغِ خانہ ہم

اے نویدِ زندگی روحِ تمنا جانِ شمس
تو کہاں ہے ڈھونڈتے ہیں تجھ کو بیتابانہ ہم

شمیم حکیم محمد علی انصاری صاحب شاہجہانپوری

سنتے ہیں چاروں طرف سے نعرۂ مستانہ ہم
چھیڑتے ہیں جب کبھی سازِ دلِ دیوانہ ہم

ہو چکے رسوا زمانہ میں دلِ دیوانہ ہم
سنتے ہیں اپنا در و دیوار سے افسانہ ہم

وہ تغافل کیش ہو یا بے وفا یا بے نیاز
ہو چکے اس کے سوا کونین سے بیگانہ ہم

دل میں جب اٹھتا ہے عرضِ آرزو کا ولولہ
یاد کر لیتے ہیں وہ اندازِ بیباکانہ ہم

شوخ آنکھوں میں تبسّم لب پہ ہے مہرِ سکوت — سُن چکا کوئی کسی سے کہہ چکے افسانہ ہم

سُن چکے ہیں قصۂ شیخ و برہمن بارہا — کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بت خانہ ہم

ہیں بڑی دلکش بہاریں جنتِ فردوس کی — یاد کرتے ہیں نشاطِ صحبتِ رندانہ ہم

بادۂ سرجوشِ اُلفت کی عجب تاثیر ہے — ہوش میں آئے ہوئے جب ہوش سے بیگانہ ہم

منزلِ دیر و حرم سے کیا غرض ہم کو شمیم
ہیں محبت میں پرستارِ دلِ دیوانہ ہم

شورؔ پنڈت برج کشور نتشی صاحب دہلوی

(بزبانِ فارسی)

نقشِ تصویرِ خیالی در دل و دیوانہ ہم — صورتِ آئینہ محوِ جلوۂ جانانہ ہم

تارِ سازِ آشنائی بہر جدائی بستہ اند — آن یگانہ ماند و در پیرایۂ بیگانہ ہم

جوش می بالد ز سر تا پائے دیدارِ دوست — خوں تمنّا میکند در دلِ مے و پیمانہ ہم

ہر سرِ مو بر تنم خم در سجود دیگر است — خاکبوسِ آستاں دیوانہ و فرزانہ ہم

ہر امیدِ ناتواں بہرِ عمل پرداختیم — سعیِ ما مفتاحِ قسمت را بود دندانہ ہم

سرکشیدِ آتش چہ در خاشاکِ بال و پر نہیم — گرد پامالیم ہر گنج است در ویرانہ ہم

خاکساران زمیں را خاک دامنگیر ماند — داستانِ حسن و عشق از شمع و پروانہ ہم

با تن و سر در بسترِ سنگِ ستم خوابیدہ ایم — ذرّہ ذرّہ چیستاں و گوہرِ افسانہ ہم

غم نمی داریم از احوالِ ما دل شاہد است　　نالۂ زنجیر در پا لغزشِ مستانہ ہم
ولے کیفِ بیخودی ہر دم تماشا در دل است　　پا نمی باید کشید از صحبتِ رندانہ ہم
بیعت از پیرِ مغاں ای شوری باید گرفت
ابتدائے خانہ بود و انتہائے خانہ ہم

شوق سید احمد حسین صاحب شاہجہانپوری

کس لئے تم کو سنائیں عشق کا افسانہ ہم　　درد سے بیگانہ تم درماں سے ہیں بیگانہ ہم
جا رہے تھے سوئے کعبہ او دلِ دیوانہ ہم　　کچھ تو دیکھا ہو گئے کیوں ساجدِ بتخانہ ہم
کیا یہ سچ ہے دور ہو جاتی ہیں ساری کلفتیں　　لا اٹھا ساقی ذرا دیکھیں ترا پیمانہ ہم
عشق محوِ مدعا ہے حسن محوِ ناز ہے　　ایسی صورت میں کریں کیا او دلِ دیوانہ ہم
دل کا نشا اور ہے آنکھوں کا نشا اور ہے　　ساتھ دیں کس کس کا کس سے رہیں بیگانہ ہم
بے نیازِ مدعا ہو جائیں اتنی بات ہے　　پھر دکھا دیں تجھ کو اے دل جلوۂ جانانہ ہم
یاد کرتے کرتے آخر سرگذشتِ حسن و عشق　　ایسے کھوئے مدعا سے ہو گئے بیگانہ ہم
تم کہو تو پھر کہیں کچھ ماجرائے سوز و ساز　　تم سنو تو پھر سنائیں عشق کا افسانہ ہم
آج در دیدہ نگاہیں کر رہی ہیں کچھ سوال　　آج کچھ کھوئے ہوئے سے ہیں دلِ دیوانہ ہم
وہ مخاطب ہو گئے جب التفاتِ رنگین دیکھکر　　پھر بیاں کرتے رہے آنکھوں سے اپنا فسانہ ہم

بیخودی کا آئینہ بھی کیا عجیب آئینہ ہے بے تکلف دیکھتے ہیں صورت جانانہ ہم

شوق آؤ دل کے بہلانے کی کچھ باتیں کریں
عشق کا قصّہ کہو تم حسن کا افسانہ ہم

شوق پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب

واقفِ رازِ محبت ہوش سے بیگانہ ہم
سجدہ گاہِ کعبہ ہم ننگِ درِ بتخانہ ہم

رندِ مے آشام ہم زینتِ دہِ میخانہ ہم
شیشۂ و جام و سبو و ساغر و بتخانہ ہم

جام صہبا چھین کر ساقی سے پیاکانہ ہم
کھینچ لائے موج مے کو تا لبِ پیمانہ ہم

میکدہ ہم نے بسایا جام و مینا ہم بنے
نشۂ صہبائے غفلت لغزشِ مستانہ ہم

بیخودی! وارفتگی کی انتہا اتنی تو ہو
بارگاہِ ناز میں ہیں صورتِ دیوانہ ہم

آستانہ ایک ہے اب چھوڑ کر جائیں کہاں
حضرتِ دل! ہیں ازل سے ساجدِ بتخانہ ہم

چلوؤں سے سیر ہوتے ہیں کہیں مستِ الست
ساقیا رکھے ہوئے ہیں دوش پر خمخانہ ہم

جلوہ گاہِ ناز میں ہیں پردۂ سوز و گداز
بزم میں ہیں یادگارِ شمع و پروانہ ہم

نیچی نظروں سے ہمیں ساقی نے دیکھا دور میں
میکشو اسکو بھی سمجھے لغزشِ مستانہ ہم

جانِ نثارِ شمعِ محفل یادگارِ سوز و ساز
ڈھونڈھ کر لائے ہیں مٹھی بھر پر پروانہ ہم

حشر میں کیا جانے کس افتاد کا ہو سامنا
دردِ دل کا شوق چھوڑیں گے یہیں افسانہ ہم

قمرؔ مولوی قمر الحسن صاحب بدایونی

چھوڑ کر بستی بسانے آئے ہیں ویرانہ ہم
اب مرتب کر رہے ہیں دوسرا افسانہ ہم

اک جفا پر اپنی قائم اک وفا پر کاربند
اپنی کرنی سے نہ وہ بے مہر باز آیا نہ ہم

رازِ الفت فاش ہو یہ بات نازیبا سی ہے
نظم کر دیں ورنہ ہر ہر شعر میں افسانہ ہم

عشق کی غیرت کو اب احساسِ رسوائی ہوا
آج تجھ سے کام لیں گے ہمتِ مردانہ ہم

جلوۂ رخ سامنے ہو سر ہو پائے ناز پر
بس اسی کو جانتے ہیں سجدۂ شکرانہ ہم

کل کہا تھا جس کو سنتے ہی غلط بالکل غلط
آج کہتے ہیں سنیں گے پھر وہی افسانہ ہم

خواہ اب کچھ بھی اثر ہو عشق کی افتاد کا
یہ نہ ہوگا چھوڑ دیں سنگِ درِ جانانہ ہم

چار آنکھیں ہوتے ہی ساقی سے آنکھیں کھل گئیں
دیکھتے ہیں ہر طرف میخانہ ہی میخانہ ہم

انقلابِ دہر کو خاطر میں کیا لائیں قمرؔ
گردشِ گردوں کو سمجھے گردشِ پیمانہ ہم

قیسؔ ملک محمد حشمت اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری

عشق بھی ہم حسن بھی ہم شمع ہم پروانہ ہم
حاصلِ کونین ہم ہیں، بندۂ جانانہ ہم

اب یہ عالم ہے کہ پہروں صورتِ دیوانہ ہم
سنتے ہیں کہہ کہہ کے اپنا آپ ہی افسانہ ہم

کھل گئیں قسمت سے اپنی چشمِ عرفاں کھل گئیں
ہو گئے اب بے نیازِ کعبہ و بت خانہ ہم

کچھ کہیں پر بھول جائیں تو بتا دینا ہمیں
آپ ہی کہتے ہیں اک بھولا ہوا افسانہ ہم

ختم کر دی کیا ہمیں پر ساری گردش ای فلک
جس جگہ دل تھا وہاں پاتے ہیں اب ویرانہ ہم

ای صبا چلنا ذرا دامن بچا کر قبر سے
سو گئے ہیں کہتے کہتے حسن کا افسانہ ہم

چھوڑ دے آے چارہ فرما ہم کو اپنے حال پہ
رفتہ رفتہ درد سے ہو جائینگے بیگانہ ہم

ہوش بھی آیا تو ہم کو ہوش کچھ اس کا نہیں
بیخودی میں جانے کیا کیا کہہ گئے افسانہ ہم

کچھ خبر بھی ہے دل ناداں کہ سوتے جاگتے
رفتہ رفتہ بھر رہے ہیں عمر کا پیمانہ ہم

ای جنوں ہمت ہے اب بھی انتہائی ضعف میں
کھینچ لیں قدموں میں اپنے وسعت ویرانہ ہم

آج روشن ہے جہاں میں قیس کا نام بلند
اے دل ناداں سمجھتے تھے اسے دیوانہ ہم

قیصر نذیر حسین صاحب صدیقی شاہجہانپوری

ہیں جو محروم جمال ساقی مے خانہ ہم
آنسوؤں سے بھر رہے ہیں عمر کا پیمانہ ہم

پھر بناتے ہیں نئے نذر جنوں کاشانہ ہم
پھر کریں گے اپنے ہی ہاتھوں اسے ویرانہ ہم

حسن کی آتش مزاجی پہ لرز جاتا ہے دل
دیکھتے ہیں جب مآل سوزش پروانہ ہم

جب تغافل اور دلسوزی میں ہم ہو شمع و گل
کیوں نہ بنجاتے حریف بلبل و پروانہ ہم

جانستانی شوخیوں ہی تک نہیں محدود کچھ
ہیں قتیل خنجر انداز معصومانہ ہم

ساز دل پر نغمہ بیتاب گویا چھڑ گیا
ان سے جب کہنے کو بیٹھے شوق کا افسانہ ہم

اب نگاہِ شرگیں کیا کیا قیامت ڈھائیگی | یوں تو عرضِ شوق کر بیٹھے ہیں بیباکانہ ہم
انتہائے بیخودی یہ ہے کہ اے جوشِ طلب | ہیں سرِ منزل مگر منزل سے ہیں بیگانہ ہم

ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں قیصرؔ حسن و عشق
مختصر یہ ہے کہ ہیں افسانہ در افسانہ ہم

کنورؔ پنڈت شانتی شرما صاحب سیتاپوری شاگرد
حضرت جگرؔ بسوانی

دفعتاً دونوں جہاں سے ہو گئے بیگانہ ہم | تیرے صدقہ تجھ پہ صدقہ ساقیِ مستانہ ہم
دل ہے لبریزِ محبت اور آنکھیں جلوہ ریز | کیا کریں شیشہ کو لے کر کیا کریں پیمانہ ہم
گر یہی حیرت کا عالم ہے تو بُت بن جائینگے | دیکھتے ہی دیکھتے نیرنگیِ بُت خانہ ہم
اے نگاہِ مستِ ساقی واہ کیا کہنا ترا | اب لئے پھرتے ہیں اک میخانہ کا میخانہ ہم
فہم اور ادراک کی منزل سے کتنی دور ہیں | یہ تجھی سے پوچھتے ہیں اے دلِ دیوانہ ہم
آپ نے جلوے دکھائے ہم نے اپنی جان دی | آپ نے ہم کو بنایا بن گئے پروانہ ہم

سچ تو یہ ہے عشق میں اک حسن پیدا ہو گیا
اے کنورؔ جب اپنی ہستی سے ہوئے بیگانہ ہم

کیفیؔ جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب دہلوی

اصل میں کعبہ تھا سمجھے تھے جسے بُت خانہ ہم | شمعِ بزمِ حسن تھا سمجھے جسے پروانہ ہم

ہے وہ عکسِ اندازِ نورِ حق کا اے اہلِ مجاز　　دل ہے کہا کرتے تھے جس کو کافر و دیوانہ ہم
جس نے مستغنی کیا ہے کوثر و تسنیم سے　　پی چکے ہیں ہاتھ سے ساقی کے وہ پیمانہ ہم
اضطرابِ موج ہی ہے زندگی اُسکی تو کیوں　　سمجھیں ہم معنی سکون کو ختمِ ہستی کا نہ ہم
فکر و اندیشہ کو چھوڑو، وقت آیا ہے کہ دیں　　شوق کا جذبِ عمل کو طرز بے باکانہ ہم
کیوں نہ لیں لاتقنطو سے ہم سبق اُمید کا　　زندگی کو کیوں دیں رنگِ مایوسانہ ہم
عالمِ ہستی کو فانی مان لیں ہم کس طرح　　رہ کے بستی میں کریں آباد کیا ویرانہ ہم
اب کوئی شے ہمکو ناممکن نہیں آتی نظر　　ہیں تری برکت کے قائل ہمتِ مردانہ ہم
بندگی، بیچارگی ہے اور نہ خودداری کی ضد　　لیں سبق کن اور حضرت سے درسِ شاگردانہ ہم
ہم نہیں تقویم پارینہ بلکہ ہم ذوالحال ہیں　　روحِ مستقبل ہیں، ماضی کا نہیں افسانہ ہم
کیا گلہ ہے، جو ہماری قدر غربت میں نہیں　　سمجھے جاتے ہیں جب اپنے گھر ہی میں بیگانہ ہم

تو فنا اس کو سمجھ کیفیؔ کہ معراجِ بقا
مر کے بزمِ اہلِ دل کا ہو گئے افسانہ ہم

گلشن — جناب بابو دیوان پنڈت رادھے ناتھ صاحب کول رئیس لاہور

"کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بتخانہ ہم"　　دل بھٹکتا ہی پھرا حق سے رہے بیگانہ ہم
زور و زر بھی وقت بھی سب کھو چکے تفریح میں　　کیا بتائیں اب تمھیں تہذیب کا پیمانہ ہم
پھر کہاں یہ وقت اور یہ دل کی حالت ہمنوا　　چار دن کی ہے کہانی پھر نہ یہ دنیا نہ ہم

دوسروں کے حالِ دل کو جاننے کیواسطے — کیوں نہ دیکھیں اپنی ہی بیتی کا عبرت خانہ ہم

ہوگیا برباد دل جو تھا بھرا ارمان سے — اب کہاں آباد کر سکتے ہیں یہ ویرانہ ہم

جب دلِ صادق میں ہوگا عشقِ صادق شعلہ زن — شمعِ قومی کے لئے بن جائینگے پروانہ ہم

ناخنِ تدبیر سے گو لاکھ سلجھایا کئے — زندگی کا اپنی عقدہ کر سکے پر وا نہ ہم

ایک دنیا دل میں شاعر کی بسی رہتی ہے جب — موجزن پھر دل کا دیکھیں کس لئے دریا نہ ہم

ایک سے رہتے نہیں ہیں دن کسی کے بھی سدا — بابِ بود دلقِ گدا و خلعتِ شاہانہ ہم

وہ اگر سنتے نہیں سن لیگا مالک ایکدن — غیر سے اب اپنے دل کا کیوں کہیں افسانہ ہم

کر کے نیکی چھوڑ دو دریا میں گلشن لو کہا

کہتے ہیں تم سے یہ سچے دل سے بیباکانہ ہم

مجید جناب مجید صاحب پیلی بھیتی

لے کر آئے ہیں ازل سے مشربِ رندانہ ہم — رکھتے ہیں پہلو میں دل ہم بادہ و پیمانہ ہم

جاں بلب آتش بجاں لبریزِ خونِ آرزو — دل تو رکھتے ہیں مگر ہم قسمتِ پیمانہ ہم

برقِ ایمن عکس آرا دل کے آئینہ میں ہے — کیوں نہ ہوں پھر بے نیازِ جلوۂ جانانہ ہم

انقلابِ دور رکھتا ہے سکوں نا آشنا — گردشِ قسمت بھی ہیں ہم قسمتِ پیمانہ ہم

ہوگئے پھر جمع کچھ تنکے برائے آشیاں — دیکھتے ہیں راہ برقِ جلوۂ جانانہ ہم

نام روشن ہم سے ہے شمعِ وفا کا دہر میں — رکھتے ہیں سوزِ محبت صورتِ پروانہ ہم

لینے دیتا ہی نہیں دم اب کسی پہلو ہمیں   تنگ تجھ سے آ گئے ہیں اے دلِ دیوانہ ہم

تیرہ اعمالی سے داغِ دہر ہیں ہم اے مجید
یہ غلط سمجھے ہوئے تھے ہیں چراغِ خانہ ہم

مختار مختار حسن صاحب نقوی ایم اے، ایل ایل بی وکیل لکھیم پور

اب کہاں ڈھونڈیں تجلی ہائے جلوہ جانانہ ہم   کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بت خانہ ہم
دیکھ لو ہر حال میں ہیں عشق کا افسانہ ہم   باغ میں بلبل تو صحرا میں بنے دیوانہ ہم
تجھ کو اے عشقِ ازل ہرگز نہ بھولیں گے کبھی   سر سے پا تک بن گئے افسانہ ہی افسانہ ہم
فرق جو کچھ ہے خودی و بیخودی میں وہ یہ ہے   حسن کے مستانہ تم اور عشق کے دیوانہ ہم
لن ترانی لن ترانی سن چکے ہیں بارہا   لیکے جاتے ہیں صدا پیران کی بیتابانہ ہم
المدد اے احترامِ بادہ نوشی المدد   پائے ساقی پر گریں ایسے نہیں دیوانہ ہم
ہوں در و دیوار میں بھی عشق کی رنگینیاں   اب بنائیں گے کچھ اس انداز کا کاشانہ ہم
کیوں خفا ہوتا ہے میخانہ میں ہم کو دیکھ کر   ڈھونڈتے ہیں واعظا تیرے لئے پیمانہ ہم

یہ ہی طبع اے مختار یہ ہے کیس لئے
تیری وحشت دیکھ کر کہہ دیتے ہیں دیوانہ ہم

مذکور محمد مذکور حسن خاں صاحب شاہجہانپوری

دیکھئے مٹنے پہ کیا ہوں اے دلِ دیوانہ ہم   روحِ میخانہ ہوں یا خاکِ در میخانہ ہم

اس فضا میں آجکل ہیں اے دلِ دیوانہ ہم
آپ ہی افسانہ گو ہیں آپ ہی افسانہ ہم

ہٹ گئی قیدِ تعین اٹھ گئی قیدِ نظر
ہر طرح آزاد ہیں اے دلِ دیوانہ ہم

لب ہلانے دے اگر اندیشۂ دار و رسن
تو کہیں راز و نیازِ عشق کا افسانہ ہم

تم تو کہتے تھے کہ میری بزم بزمِ خاص ہے
دیکھتے ہیں ہر طرف اک مجمعِ بیگانہ ہم

حسن کے صدقے ادھر بھی اک شعاعِ برقِ طور
منتظر مدت سے ہیں اے جلوۂ جانانہ ہم

دیکھتا ہی رہ گیا پروانۂ آتش بجاں
اس سے آگے بڑھ گئے اے ہمتِ مردانہ ہم

اے نگاہِ لطفِ ساقی مرحبا صد مرحبا
بادۂ کوثر سے بھر بیٹھے ہیں اب پیمانہ ہم

کوئی جذبہ کھینچتا ہے ہم کو صحرا کی طرف
کھنچ رہے ہیں سوئے صحرا اے دلِ دیوانہ ہم

کچھ کہانی طور کی کچھ قصۂ دار و رسن
اب سنائیں گے تمھیں افسانہ در افسانہ ہم

ان کو برہم دیکھ کر قدرؔ کو چپ ہونا پڑا
آج کچھ کہنے کو تھے حالِ دلِ دیوانہ ہم

ممتازؔ — ممتاز اللہ خاں شاہجہانپوری تلمیذ حضرت اسعد شاہجہانپوری

کیفِ خودداری میں ہیں اب سجدۂ مستانہ ہم
لائیے رضواں تو نہ ہوں منت کشِ پیمانہ ہم

لوٹتے پڑتے ہیں ہر اک ذرّہ پہ بیتابانہ ہم
لیکے آئے ہیں ازل سے فطرتِ پروانہ ہم

بے نیازِ ہر نظر کونین سے بیگانہ ہم
تم نہیں سنتے تو اب کس سے کہیں افسانہ ہم

صبر کر اے حسرتِ صہبا و جوشِ تشنگی
دیکھ لیں پہلے نگاہِ ساقیِ میخانہ ہم

پھر ہمیں اُس جلوۂ مستور کی ہے جستجو
پھر جلاتے ہیں چراغِ کعبہ و بتخانہ ہم

منحصر احساس پہ ہے اس جہانِ بے ثبات
خواہ جنت تجھ کو سمجھیں خواہ ماتم خانہ ہم

مرحبا جوشِ وفا دنیا اثر لینے لگی
سرخیِ افسانہ چشمِ خونچکاں افسانہ ہم

رنگِ رخ نے اُن پہ ظاہر کر دیا اضطراب
گو فغاں نا آشنا تھی صورتِ پروانہ ہم

یہ تغیر بھی ہے تکمیلِ تماشا کی دلیل
ہو گئے آخر مذاقِ دید سے بیگانہ ہم

ہم وہ غمدیدہ ہیں کیا ہوش و خرد کیا ننگ و نام
ایک تبسم پر لٹا دیں سب متاعِ خانہ ہم

تکمیل ہو ممتازؔ اب ہر امتحانِ آرزو
ہو نہیں سکتے وفائے عشق سے بیگانہ ہم

نانکؔ لالہ نانک چند صاحب لکھنوی

داستانِ حسن ہم ہیں عشق کا افسانہ ہم
اب ہمارا پوچھنا کیا شمع ہم پروانہ ہم

ہر خیالِ ماسوا کے قید سے بیگانہ ہم
اپنی شمعِ حسن کے ہیں آپ ہی پروانہ ہم

کارفرما ہے نگاہِ مست ساقی کا اثر
توبہ توبہ سے کہیں ٹکرا نہ دیں پیمانہ ہم

ایک عالم دیکھتا دونوں کا منظر ایک ہی
گر نہ ہوتے پردہ دارِ کعبہ و بتخانہ ہم

اب کسی سے پوچھیے کیا اپنی بیتابی کا راز
ہر زباں پر بن رہے ہیں اک نیا افسانہ ہم

بیخودیِ جذبِ کامل واہ کیا کہنا ترا
اپنے قدموں پر گرے اے لغزشِ مستانہ ہم

کیسا رسوا کر دیا رنگِ شکستہ ہوش نے
روشناسِ خلق ہیں اب صورتِ دیوانہ ہم

ہم سے دیوانوں کو کیا سیرِ دو عالم سے غرض — آپ ہی بستی ہیں ہم اور آپ ہی ویرانہ ہم
رحم کر اے بیخودی جذبِ الفت رحم کر — اپنی ہستی سے نہ ہو جائیں کہیں بیگانہ ہم
ایک دُھن، اک ساز، ایک آہنگ، ریح نغمات — سُن چکے ہیں نغمہ ہائے کعبہ و بت خانہ ہم
ہم سے رندوں کو نہ سمجھے کوئی مجبورِ نشاط — پاس ساقی ہو وگرنہ لوٹ لیں میخانہ ہم

حسن کی رعنائیوں نے ہم کو رسوا کر دیا
ورنہ تھے دُنیا میں نانک زیرک و فرزانہ ہم

ایضاً غزل ۱۹۲۷ء

حسن کا رنگِ تجلی عشق کا افسانہ ہم — اب ہمارا پوچھنا کیا شمع ہم پروانہ ہم
ہر خیالِ ماسوا سے قطعاً بیگانہ ہم — اپنی شمع حسن کے ہیں آپ ہی پروانہ ہم
کارفرما ہے نگاہِ مستِ ساقی کا اثر — آج توبہ سے نہ ٹکرا دیں کہیں پیمانہ ہم
رحم کر اے بیخودی جذبِ الفت رحم کر — اپنی ہستی سے نہ ہو جائیں کہیں بیگانہ ہم
منتِ ساقی کہاں تک نازِ ساغر تا کجا — آپ بن جائیں نہ کیوں اپنی جگہ میخانہ ہم
کیسا رسوا کر دیا رنگِ شکستِ ہوش نے — روشناسِ خلق ہیں اب صورتِ دیوانہ ہم

حسن کی رنگینیوں نے حشر برپا کر دیا
ورنہ تھے دُنیا میں نانک سادہ سا افسانہ ہم

ناوک حشمت اللہ صاحب شاہجہاں پوری

وہم باطل ہے تجھے جنت سے ہیں بیگانہ ہم
آ دکھا دیں تجھ کو زاہد کوچۂ جانانہ ہم

یوں ہوئے محوِ جمالِ جلوۂ جانانہ ہم
ہو گئے دنیا کے نظارے سے بھی بیگانہ ہم

یاد پھر کرتے ہیں اک بھولا ہوا افسانہ ہم
پھر اُسی منزل میں پاتے ہیں دلِ دیوانہ ہم

آج حسن و عشق میں باہم اشارے ہو گئے
آنکھوں آنکھوں میں کشش سے کہہ گئے افسانہ ہم

تو نے اے صیاد باندھے فصلِ گل میں بال و پر
تیری اس بیداد کا کس سے کہیں افسانہ ہم

آئیں گے بزمِ تصور میں وہ جب گیسو بدوش
مژدۂ راحت تجھے دیں گے دلِ دیوانہ ہم

اس طرح وہ پوچھتے ہیں ہم سے لیکر حالِ دل
اپنی گزری تم سنا دو کچھ کہیں افسانہ ہم

آج جی بھر کر پئیں گے ہاتھ سے ساقی کے
جا رہے ہیں اس ہوا میں جانبِ میخانہ ہم

بت کدہ میں اس لئے جاتا ہے ناوک بار بار
ان بتوں میں دیکھتے ہیں جلوۂ جانانہ ہم

نخشب جارچی صاحب مقیم میرٹھ

کیوں نہ ہوں آخر مزاجِ حسن سے بیگانہ ہم
آپ اک رازِ مکمل اور اک افسانہ ہم

پھر رہے ہیں اس طرح با حالِ دلِ دیوانہ ہم
مل رہے ہیں چہرہ پر خاکسترِ پروانہ ہم

چاہتے ہیں بے مدد اے جرأت رندانہ ہم
ڈال دیں آنکھوں میں آنکھیں انکی بیباکانہ ہم

یک بیک آجاتا ہے ریزا آنکھوں کا خیال
چھوڑ دیتے ہیں لبوں تک لا کے پیمانہ ہم

مصلحت مانع ہے ورنہ چیز کیا ہے رازِ حسن
کہہ تو سکتے ہیں مگر کہتے نہیں افسانہ ہم

کر رہے ہیں یوں کمی محسوس ان کے روبرو
جیسے کھو بیٹھے خیالِ جرأت رندانہ ہم

چاہتے ہیں آپ کے جلووں کی گھر میں روشنی
کیا جلا سکتے نہیں ورنہ چراغِ خانہ ہم

بالاتر ہے آپ کبھی وہ جلوہ حدِ ادراک سے
چھوڑ آئے دور نقشِ کعبۂ و بتخانہ ہم

معترض دیکھیں کہ ہو تی ہے حقیقت بے نقاب
اب اٹھاتے ہیں حجابِ جلوۂ جانانہ ہم

ان کے رخصت ہوتے ہی دل بیٹھا تاریکی ہوئی
جب ضرورت تھی بجھا بیٹھے چراغِ خانہ ہم

وہ نہیں ملتے تو بخششِ کاش یہ امکان میں ہو
ترک ہی کر دیں خیالِ جلوۂ جانانہ ہم

نسیم سید اخلاق احمد صاحب شاہجہاں پور

ساتھ لائے ہیں ازل سے اک دلِ دیوانہ ہم
اب سے غم خانہ کہیں یا تجلی خانہ ہم

محفلِ عشرت میں بیٹھے ہیں محروم یک پیمانہ ہم
ہو کے بیٹھے ہیں اک طرف مایوسانہ ہم

آسماں کو بھی نہیں آتا یہ اندازِ روش
آج تو پیس کے رکھ دیتے لغزشِ مستانہ ہم

کائنات دو جہاں کو کر کے مکدر جمال
اب تجھے دیکھیں گے یوں اے جلوۂ جانانہ ہم

دیکھ لیں پہلے بہار نالۂ پرخوں کی شکل
پھر لکھیں گے خون میں ڈوبا ہوا افسانہ ہم

ہر جفا ہے اک عنایت ہر ستم ہے اک کرم ظرفِ عالی جس کو کہتے وہ ہیں پیمانہ ہم
تربیت نا اہل را چوں گردگان بر گنبد است تجھ کو سمجھائیں کہاں تک اے دلِ دیوانہ ہم
جلوہ گاہِ ناز میں پھر بدتیرہ ہوش و حواس لے چلے بہر نیازِ جلوۂ جانانہ ہم
اب کھلا یہ رازِ بحرِ غم کا تھا ساحل یہی ڈوب کر ابھرے جہاں تجھ اے دلِ دیوانہ ہم
دفعتاً آنکھوں سے ٹپکے اشکِ ہنگامِ فراق چل دیئے محفل سے چھلکاتے ہوئے پیمانہ ہم

اُن کی آنکھوں میں ابھی ہو اشک بھر آئے نسیم
سن چکے وہ کہہ چکے حالِ دلِ دیوانہ ہم

نظامی مولانا نظام الدین حسین صاحب بدایونی

بادہ و ساغر بھی ہیں اور ساقی و میخانہ ہم شمعِ محفل بھی ہیں اور ہیں شمع کے پروانہ ہم
ہمتِ فرہاد بھی فرمایشِ شیریں بھی ہیں عشق کی منزل بھی ہیں اور محفلِ جانانہ ہم
اب نہ وہ صحرا نوردی ہے نہ وہ سیرِ چمن رہ گئے ہیں اب تو بنکر زینتِ کاشانہ ہم
اپنے دیوانوں کے جذبہ سے نہیں وہ آشنا اُن کو دکھلائینگے جاکر جوششِ مستانہ ہم
فصلِ گل ہے دیکھئے کیا رنگ لاتا ہے جنوں خود غرض خود کام ٹھہرائے رہیں دیوانہ ہم
دلکے گوشہ ہی میں شاید شاہدِ مقصد ملے (گرہ) کر چکے برسوں طوافِ کعبہ و بتخانہ ہم

یہ زمانے کی نظامی سحر کاری دیکھئے
یعنی اب اپنے یگانوں سے بھی ہیں بیگانہ ہم

نظیرؔ منشی نظیر احمد خاں صاحب شاہجہاں پوری

کیا ضرورت ہے ہمیں، نازِ دلِ دیوانہ ہم — عرش والے آ، بنالیں تجھکو ہی اپنا نہ ہم
بیخودی کی بیخودی ہے اب نہیں یہ بھی خبر — تو فسانہ ہے ہمارا یا ترا افسانہ ہم
شانِ ضد بھی ہاں، تلوّن ایک سا، ایک ہی مزاج — اُن کو سمجھائیں، کہ تجھ کو اے دلِ دیوانہ ہم
مدعا یہ ہے کہ قائم ہو کوئی عنوانِ حشر — عشق کا قصہ کہیں، یا حسن کا افسانہ ہم
غیر ممکن تم طریقِ شمع سے واقف نہ ہو — جانتے ہیں ابتدا سے مسلکِ رندانہ ہم
عشق کا دستور ٹھہری، حسن کی ہر مصلحت — کیوں اٹھائیں ورنہ، یوں نازِ دلِ دیوانہ ہم
رنگ خوں بھر کر نقوشِ آذری میں کیا ملا — ربِّ کعبہ بن گئے تم، بندۂ بت خانہ ہم
تم مجسّم کیف و مستی، ہم سراپا ذوق و شوق — زینتِ میخانہ تم ہو، رونقِ میخانہ ہم
فی الحقیقت کچھ حقیقت ہے تو پھر کیسا حجاب — کیا اُلٹ دیں خود نقابِ کعبہ و بتخانہ ہم

ڈر یہ رہتا ہے کہیں تجھ سے کوئی نسبت نہ ہو
رُکتے رُکتے کرتے ہیں آغاز ہر افسانہ ہم

نوحؔ ناخدائے سخن تاج الشعرا سید محمد نوح صاحب ناروی

کس لیے پینے کو مانگیں بادہ و پیمانہ ہم — ہو گئے بدمست ساقی دیکھ کر پیمانہ ہم
کچھ دنوں صحرا بصحرا اب اڑائیں خاک بھی — مدتوں پھرتے رہے ویرانہ در ویرانہ ہم

آرزوئیں چند نکلیں حسرتیں چند آ گئیں — خانۂ دل کو سمجھتے ہیں مسافر خانہ ہم
اُس قدر بھر جائیے پی کر جسقدر خالی کریں — چاہتے ہیں کوئی اس ترکیب کا پیمانہ ہم
سر بسجدہ کیوں نہ ہوتے اپنے دل کے سامنے — سُن چکے تھے واقعاتِ کعبہ و بتخانہ ہم
بزمِ سوز و ساز میں یہ بھی ہے دلسوزی کوئی — سینکڑوں پروانے جل جائیں کریں پروا نہ ہم
میکدہ میں ہر گھڑی ساغر چھلکتا ہی رہے — جان لیں کیوں اُسکو اپنی عمر کا پیمانہ ہم
گُل بداماں ہے چمن ساغر بکف ہر شاخِ گُل — کیوں نہ ایسے میں کریں اک نعرۂ مستانہ ہم
وقت جو گذرے جنوں میں قدر اُسکی چاہیئے — جوشِ وحشت تک ہے سب کچھ پھر نہ یہ صحرا نہ ہم
محفلِ ساقی کی چکّر کے سبب ہوتے نہیں — ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اپنے نام کا پیمانہ ہم
اُس نے ٹھکرایا کبھی پامالِ غم اُس نے کیا — گلشنِ ہستی میں تھے کیا سبزۂ بیگانہ ہم
کش مکشِ دیر و حرم کی کس سے فیصلی جائیگی — ہے یہی بہتر کہ رکھیں مشربِ رندانہ ہم
بجھ گئی تھی شمعِ محفل اُٹھ چکے تھے اہلِ بزم — کس سے کہتے قصۂ خاکسترِ پروانہ ہم
کیوں فلک سے آشیاں پر ٹوٹ کر گرتی نہیں — برقِ سوزاں کو سمجھتے ہیں چراغِ خانہ ہم

عمر بھر دریائے ذوق و شوق میں تیرتے رہے
نوح اس طوفان سے رکھتے نہ کیوں یارانہ ہم

واجد واجد علی خاں صاحب شاہجہانپوری

شمع روشن ہو جہاں پہنچیں گے بیتابانہ ہم — داخلِ فطرت ہے بیتابی کہ ہیں پروانہ ہم

اپنی ناکامی کا یوں سُنتے رہے افسانہ ہم — جیسے ہوں ناواقفِ حالِ دلِ دیوانہ ہم

لب پہ آہِ سرد تھی آنکھوں سے تھے آنسو رواں — یوں کسی کے سامنے کہتے رہے افسانہ ہم

مجھ کو ملنا چاہیے وہ وسعتِ ذوقِ نظر — تیری حد تک مجھ کو دیکھیں جلوۂ جانانہ ہم

دیکھ کر دامانِ صحرا ایک وحشی کہہ اٹھا — آزمائیں گے تجھے اب اے دلِ دیوانہ ہم

اے دلِ پُرجوش سوزِ شمع سے مطلب نہیں — ہیں فدائے ہمتِ جاں بازیِ پروانہ ہم

گو یہ عالم ہے کہ دُنیا سو رہی ہے چین سے — اور ہیں محوِ خیالِ نرگسِ مستانہ ہم

ابتدا میں انتہائے جوشِ وحشت الحفیظ — دیکھتے ہیں ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ ہم

چشمِ ساقی پر بالآخر ہم بلا گرداں ہوئے
گردشِ قسمت سے اے واحدؔ بنے پیمانہ ہم

اُن نظموں کا مجموعہ

جو آل انڈیا مشاعرہ شاہجہانپور کیلئے مقرّرہ عنوانات پر لکھی گئیں

شاعر

جگدیش بابو جگدیش سہائے سکسینہ بی، اے، ایل ایل بی وکیل شاہجہانپور

ازل سے ہے فطرت مری عاشقانہ — پیامِ محبت ہے میرا فسانہ
میرے جام میں وہ مئے آتشیں ہے — تصدق ہے جس پر شرابِ مغانہ
لبِ آبِ کوثر کبھی پی چکی ہیں نے — وُہی میرے سر میں ہے کیفِ شبانہ
نگاہِ حقارت سے مجھ کو نہ دیکھو — کہ ہیں درحقیقت ہوں فخرِ زمانہ
صدائے ملائک ہے آواز میری — سرودِ بہشتی ہے میرا ترانہ
میں وہ بلبلِ خوشنوائے چمن ہوں — کبھی جس کا طوبیٰ پہ تھا آشیانہ

قلمرو میں داخل مری لامکاں ہے
فلک سے بھی اونچا مرا آستاں ہے

سخن میرا صافی ہے مشرب ہے عالی — کہ سینہ ہے میرا کدورت سے خالی
دکھاتا ہوں میں حسنِ معنی کے جلوے — نہ سمجھو کہ دنیا ہے میری خیالی
عدم کے کوئی مجھ سے اسرار پوچھے — کہ بستی ہے وہ بھی میری دیکھی بھالی

بہت غم زدہ پہلے رہتی تھی دنیا   سمجھتی تھی میں ہوں فنا ہونیوالی
نہ یہ چہچہے تھے عنادل کے لب پر   نہ گلزار میں تھی یہ رنگیں جمالی
دیا جب پیامِ بقا میں نے آکر   تو ہستی کے چہرے پہ آئی بحالی

جہاں سر جھکائے مرے آستاں پر
کہ احسان میرا ہے سارے جہاں پر

نہ اورنگ و افسر نہ زر بخشتا ہوں   زمانے کو ذوقِ نظر بخشتا ہوں
جو محروم ہیں دولتِ رنج و غم سے   انھیں آنسوؤں کے گہر بخشتا ہوں
گدازِ محبت کی خواہش ہے جن کو   انھیں داغ ہائے جگر بخشتا ہوں
ستارے بھی امید وارِ کرم ہیں   کہ ذروں کو تابِ قمر بخشتا ہوں
مجھے پیار کرتے ہیں مظلوم و بیکس   کہ آہوں کو اُن کی اثر بخشتا ہوں
مرے در پہ حاضر ہوں شیخ و برہمن   کہ میں عشقِ نوعِ بشر بخشتا ہوں

ازل سے محبت کا ہے پاس مجھ کو
غریبوں کے غم کا ہے احساس مجھ کو

جو کہتے نہیں ہیں کچھ اپنی زباں سے   میں واقف ہوں انکی بھی دردِ نہاں سے
نہیں ہے جنہیں رخصت آہ و زاری   فغاں کر رہے ہیں وہ میری زباں سے
فرشتو! یہ خلّاقِ عالم سے کہہ دو   مجھے اُنس ہے خستگانِ جہاں سے
مرے دل کو ازبر ہے ان کی کہانی   کہ ہے ملتی جلتی مری داستاں سے

نصیبوں کو اپنے دُعا دے رہا ہوں ۔۔۔ کہ ناشاد ہوں گردشِ آسماں سے
کچھ ایسے بھی ہیں داغ میرے جگر پر ۔۔۔ جو خوشتر ہیں گلہائے باغِ جناں سے

ملی ہے مجھے ہستی غیر فانی
کہ دل میں ہے پنہاں غمِ جاودانی

جہاں جب تلک ہے میں گا تا رہوں گا ۔۔۔ بہشتی ترانے سناتا رہوں گا
حقیقت کے چہرے سے پردہ اُٹھا کر ۔۔۔ حقیقت کا جلوہ دکھاتا رہوں گا
کدورت کہ عالم آب و گل میں ۔۔۔ شراب محبت پلاتا رہوں گا
غریبوں کی مجبوری و بیکسی پر ۔۔۔ لہو چشم تر سے بہاتا رہوں گا
رہے گا نہ یہ قصرِ سرمایہ داری ۔۔۔ کہ بنیاد اُس کی ہلاتا رہوں گا
زمانے کی حالت نہ بدلیگی جب تک ۔۔۔ میں روتا رہوں گا رُلاتا رہوں گا

کوئی حد بھی ہوتی ہے ضبطِ فغاں کی
ضرورت ہے اب انقلابِ جہاں کی

غزل

جناب سید محمد عفیف ترمذی تلہری

عزم سے اپنے زمانے کو دکھا سکتا ہوں ۔۔۔ کہیں بگڑی ہوئی قسمت کو بنا سکتا ہوں
میرے جذبات میں پوشیدہ ہے عالم کا نظام ۔۔۔ ہر خرابی کو زمانے کی مٹا سکتا ہوں

عزمِ راسخ کا یہ ادنیٰ ہے کرشمہ میری — اک اشارے میں پہاڑوں کو ہٹا سکتا ہوں
اللہ اللہ مرے عزم کا اوجِ رفعت — میں تو بندوں کو خدا سے بھی ملا سکتا ہوں
عزم سے میرے یداللہ کی قوت ہے عیاں — ظلم و طغیاں کی عمارت کو گرا سکتا ہوں
میری تخلیق میں پوشیدہ ہے سامانِ بہار — میں تو سوکھی ہوئی کلیوں کو کھلا سکتا ہوں
آج عالم میں جو بجلی سی ہے پھیلی ہر سو — عزمِ بالجزم سے میں اس کو مٹا سکتا ہوں
عزمِ حسنین سے ہے نسبتِ پنہاں حاصل — پیشِ باطل کبھی میں سر کو جھکا سکتا ہوں
روحِ اخلاص سے آراستہ ہو عزم اگر — قُم کی آواز سے مُردوں کو جِلا سکتا ہوں
قوتِ عزم نے پیدا کئے اخلاق بلند — میں تو روتے ہوئے انساں کو ہنسا سکتا ہوں
قوم پر آج جو ادبار کی چھائی ہے گھٹا — رحمتِ حق سے اُسے دم میں ہٹا سکتا ہوں
عزم میں میرے ہے دریا کی روانی مضمر — راہ سے سنگِ گراں کو بھی ہٹا سکتا ہوں

کیوں نہ ہو فتح و ظفر عزم جواں رکھتا ہوں

روحِ جبریل ارادوں میں نہاں رکھتا ہوں

شاعر

رشید سید ارشاد حسین صاحب شاہجہانپوری

اک خلش تھی دل میں جس سے روز و شب بیتاب تھا — سازِ دل لبریزِ نغمہ، تشنۂ مضراب تھا

نغمہ کیا ہے اک نالۂ جاں سوز کہنا چاہیئے ۔۔۔ نالہ کیسا ہے ناوکِ دل دوز کہنا چاہیئے
دل میں تھا اک درد اور دردآشنا کی تھی تلاش ۔۔۔ آج یہ صحبت میسّر آگئی، راس آئے کاش!
جمع ہیں یاں چشم بد دور اہلِ فن، اہلِ کمال، ۔۔۔ نکتہ داں، روشن نظر، شاہانِ اقلیمِ خیال،
اب نہیں چھپتی ہے تھامے خامہ خود سر کی باگ ۔۔۔ آج بھڑکا کر رہوں گا سینۂ شاعر کی آگ

میں نے پوچھا عالمِ تخئیل میں اقبال سے ۔۔۔ آشنا تھیں جن کی نظریں حالِ استقبال سے
ہستیِ شاعر کا حضرت! قوم سے رشتہ ہے کیا؟ ۔۔۔ شاعرِ رمز آشنا نے یوں متانت سے کہا،
قوم ہے اک جسم اور افراد ہیں اعضائے قوم ۔۔۔ شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم
اپنے دل میں لے کے یہ معیار میں پھرتا رہا ۔۔۔ بزمِ اہلِ علم کی جانب یکایک جا پڑا،
خوش ہوا میں گوہرِ مقصود اب ہاتھ آئیگا ۔۔۔ شاعرِ رنگیں نوا مجھ کو یہاں مل جائیگا
پوچھنے پر مجھ سے اک صاحب نظر نے یوں کہا ۔۔۔ ہے یہ سکّہ آج بازارِ جہاں میں ناروا
دہر میں ہنگامہ خیزی جسکی تھی ضرب المثل ۔۔۔ آج اُسی شاعر کو دُنیا جانتی ہے عضوِ شل
جو بنا تھا معرکوں میں رجز گانے کیلئے ۔۔۔ رہ گیا وہ بزم میں اب گنگنانے کیلئے
قوم کی قسمت پلٹ دینا تھا جسکی بات میں ۔۔۔ نام کو بھی اب نہیں کچھ وزن اسکی بات میں
جس کا تھا ہر لفظ بھاری خنجرِ فولاد پر ۔۔۔ کان اب دھرتا نہیں اُسکی کوئی فریاد پر

اس کی کہنے پر یقیں مجھ کو نہیں جب آسکا ۔۔۔ اُس نے مجھ کو شاعروں کی بزم میں پہنچا دیا

دیکھتا کیا ہوں کہ بزمِ شعر خوانی گرم ہے
دمبدم ہوتا ہے ذکرِ نا و نوش و جام و مے

ذوقِ شاعر لغو گوئی کی طرف گرویدہ ہے
دین و دل سب کچھ فدائے یک تبسّم دیدہ ہے

ظلم ڈھایا ہے کبھی چرخِ ستم ایجاد نے
قہر توڑے ہیں کبھی گلچیں نے یا صیاد نے

ماتمِ ناکامی و یاس و شکست و رنج و غم
شکوۂ بے مہریِ گردوں و اندوہ و الم

بے وفائی ہائے یارِ سست پیماں کے گلے
نالہ ہائے بیکسی، شبہائے ہجراں کے گلے

کیا مزے لیلیٰ کے وصلِ غیر کا ہوتا ہے ذکر
سو رہی ہے پاسبان یار سے ملنے کی فکر

اور جو دیکھا بیاں کرنے پہ دل راضی نہیں
آج ہی کی بات ہے، افسانۂ ماضی نہیں

مختصر یہ ہے کہ مجھ کو سخت مایوسی ہوئی
یعنی دنیا ہی نظر آئی وہاں بدلی ہوئی

چند خوش فہموں نے گویا منعقد کی تھی وہ بزم
درد دل سے عشق کی گرمی سے خالی تھی وہ بزم

جائے ماتم ہے، مذاقِ عشق اتنا پست ہو
غیر کی محفل میں پی کر جام شاعر مست ہو،

کون شاعر؟ وہ کہ غیرت مند تھا، خوددار تھا
جس کو احسانِ مسیحا بھی ننگ و عار تھا

آہ، وہ خودداریِ صحرا نشینانِ عرب!
ذکر سے بھی غیر کے شاعر کے جل جاتے تھے لب

شاعرانِ نکتہ داں سے اب مری یہ عرض ہے
ناخدائی قوم کی شاعر کا پہلا فرض ہے

ہاں تم اپنے آپ کو شاعر سمجھتے ہو اگر
دیکھ لو اسلاف کی جانب بھی گردن موڑ کر

صرف شاعر ہی نہ تھے وہ رہبرِ کامل بھی تھے
منہ میں گر تھی زباں تو پہلوؤں میں دل بھی تھے

ڈھونڈتے رہتے تھے وہ رازِ طلسمِ کائنات
جانتے تھے وہ رموزِ موت و اسرارِ حیات!

ارتقائے نوعِ انساں اُن کا نصب العین تھا، ان کا دل شام و سحر اس درد سے بے چین تھا!
رفعتِ اخلاق کی تعلیم فرماتے تھے وہ دولتِ گنجِ ازل تقسیم فرماتے تھے وہ!
کہتے تھے وہ "شاعری جزویست از پیغمبری" کیا روا ہے تم کو ان سے ادعائے ہمسری؟
فلسفہ، اخلاق، تمثیل و حکایات و سیر علم تاریخ و تصوف، فنِ تنقید و نظر
وہ تو ہر موضوع پر دفتر کے دفتر لکھ گئے کارنامے ہیں بتاؤ تو تمہارے کون سے
ان کا نغمہ بزم میں اک نغمۂ مستانہ تھا رزم گہ میں ان کا نعرہ نعرۂ مردانہ تھا
آہ بے تاثیر ہے، نالہ تمہارا بے اثر جھینپ جاتے ہو تمہیں شاعر کوئی کہدے اگر
خامہ ان کا بزم میں اک ابرِ گوہر بار تھا رزم میں گرز و سناں تھا، تیر تھا، تلوار تھا
دہر میں چمکے وہ بن کر صاحبِ سیف و قلم تم کو فرصت ہی نہیں دیتا کبھی فرقت کا غم
شکوۂ ناکامیِ قسمت کی کوئی حد بھی ہے؟ آخر اس فریاد و داد بیداد سے کچھ مقصد بھی ہے؟
شکوہ ہمت کا کرو، ناکام قسمت کا نہیں دو محبت کا سبق، جھوٹی محبت کا نہیں
یاد سے مجنوں کی فرض عشق ادا ہوتا نہیں ذکرِ دوراں سے مداوا درد کا ہوتا نہیں
ذکرِ حسن و عشق سے بے وجہ بیزاری نہیں ہاں یہ تعلیم ہوس رانی مجھے پیاری نہیں
شعر نا اہلوں میں پڑھکر "واہ" کے طالب ہو تم؟ شغل لایعنی سے عزّ و جاہ کے طالب ہو تم؟
"واہ وا" اور "خوب" سے معیارِ شاعر ہے بلند شعر وہ ہے جو دلوں کو پھونکدے مثلِ سپند!
چاہتے ہو تم مخاطب کی زباں سے ایک "آہ" میں یہ کہتا ہوں کہ نکلے سینۂ خارا سے آہ!!
قوم کی اصلاح ہے شاعر کا فرضِ اوّلیں یہ اگر احساس شاعر کو نہیں، شاعر نہیں

بج گیا ہے طبلِ جنگ اب بزمِ عشرت سے اٹھو!
سر پہ آیا آفتاب اب خوابِ غفلت سے اٹھو!

شاعرو! جاگو کہ سوتوں کو جگانا ہے تمھیں!
دہر کو پیغامِ بیداری سنانا ہے تمھیں!

احتیاجِ باغباں ہے گلستانِ قوم کو!
خضرِ منزل کی طلب ہے کاروانِ قوم کو

ہے کوئی شاعر؟ جسے تلمیذِ رحماں کہہ سکیں؟
آبروئے قوم کا جس کو نگہباں کہہ سکیں؟

شاعر

از جناب سید وجاہت حسین صاحب تلہری

اے محورِ دورانِ ادب عاملِ قدرت
اے مرکزِ پرکارِ سخن شاعرِ فطرت

اے دردِ محبت کی اداؤں کے شناسا
اے زخمِ محبت کے لئے مرہمِ صحت

اے وہ کہ ترے خامۂ رنگیں کی جلو میں
فطرت کے ترانے پہ نوا سنجیِ عشرت

اے وہ کہ گلستانِ طلاقت میں طبع
گلپاش و چمن بند ترے ذہن کی جودت

اے وہ کہ شکر ریز ہی گفتار سے تیری
کردیتی ہے لب بند مضامیں کی حلاوت

اے وہ کہ تجھے صورتِ آداب پہ امکاں
اے وہ کہ تجھے معنیِ اخلاق پہ قدرت

اے وہ کہ کوئی راز نہیں جذبۂ تہذیب
تیرے لئے تا حدِ نظر تا حدِ رفعت

اے وہ کہ کوئی رمز نہیں جلوۂ تدبیر
تیرے لئے ہمت کے ارادوں کی بدولت

اے وہ کہ کوئی فکر نہیں فکرِ مضامیں
تیرے لئے تا ذوقِ ہنر تا حدِ ندرت

اے وہ کہ تجھے آئینۂ حسنِ ازل سے
آتی ہے نظر ہر ابدی شانِ حقیقت

اے وہ کہ ترے فلسفۂ نظم کی رو میں
بہہ جاتے ہیں اوتادِ زمیں کاہ کی صورت

لہرائے جو تیرے علمِ لشکر کا پرچم
گھبرا کے قدم خامہ کے چومے لبِ نصرت

جب تو نے نظر کی طرفِ گورِ غریباں
آنکھوں کو پڑھایا سبقِ منظرِ عبرت

لاتا ہے مصوّر کا قلم ربطِ تصویر
گونج اٹھتا ہے نغموں سے ترے سازِ مسرت

جاری ہے طبیعت پہ ترے عہد کا فرماں
ساری ہے رگِ ذوقِ ادب میں تری عزت

وہ خاک ہو جہاں قلب و نظر جذب و اثر میں
کھلتی ہے وہاں تیرے ترانوں کی حقیقت

قدرت سے ترے ناخنِ تدبیر کی گویا
کھل جاتا ہے ہر عقدہ بہ اندازۂ قسمت

عزم

عاصی ترمذی تلہری

عزم کیا ہے؟ اک اساسِ ہمتِ مردانگی
ہوش کے انداز میں ہے مستقل فرزانگی

عزم کیا ہے؟ آرزوؤں میں ہے تمہیدِ نشاط
کامیابِ زندگی سے ہے مکمل ارتباط

عزم کیا ہے؟ سربلندی کا ہے مہرِ نیم روز
ہر تخیل کی فضائیں دلنشیں ہیں ساز و سوز

عزم کیا ہے؟ خوابِ غفلت کیلئے بیداریاں
جوش کے پہلو میں جیسے جاگتی خودداریاں

عزم کیا ہے؟ اک شہانی فکر کی مدہوشیاں
قسمتِ انساں سے ہے امید کی سرگوشیاں

عزم کیا ہے؟ داستانِ خامشی کا اک ورق جس کے مدیئیں گزرتی ہیں جواہر کی طبق
عزم کیا ہے؟ زندگی کا اک مسلسل انقلاب جلوۂ اُمید کی تابانیاں ہیں بے حجاب
چشم بینا کے لئے ہے منصبِ پیغمبری کاروانِ گم شدہ کو اک دلیلِ رہبری
ہے یہ معراجِ تمدن، تاجدارِ زندگی گلشنِ ہستی کے حق میں نو بہارِ زندگی
بالِ جبرائیل کی صورت ہے پرتولے ہوئے نغمۂ الہام سے اپنی زباں کھولے ہوئے
گوش بر آواز ہوائے عاصیِ غافل ذرا سونے والے تیری حق میں ہو یہ اک بانگِ درا

مستعد بن اور عزم و جستجو سے کام لے
اے تغافل کیش انساں اُٹھ، خدا کا نام لے

شاعر اور شاعری

کرشن پنڈت کرشن موہن ناتھ ایم اے نبیرۂ حضرت شوق

میں شاعر ہوں اپنے ہنر میں نرالا ہوں دنیا کے علم و ادب کا اُجالا
مراتب میں اپنے ہوں میں سب سے اعلےٰ ہمیشہ رہے گا مرا بول بالا

مری اپنے دل کے غباروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

تخیل کے باغوں کو میں نے لگایا تصوّر کی بیلوں کو میں نے چڑھایا
سخن کے شگفتہ گلوں کو کھلایا فضائیں دکھائیں بہاروں کو لایا

مرے اپنے دل کی بہاروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

مری شاعری رنگ لاتی ہے کیا کیا — یہ گلہائے مضموں کھلاتی ہے کیا کیا
نئے روز نغمے سناتی ہے کیا کیا — نئے روپ ہر دم دکھاتی ہے کیا کیا

نئے منظروں کے نظاروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

میں شعر و سخن کی بہاروں کا مالک — میں علم و ادب کے دیاروں کا مالک
میں فطرت کے رنگیں نظاروں کا مالک — میں اپنی زباں کے استادوں کا مالک

مری شاعری چاند تاروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

فراق اور حسرت کے ماردل
تمنا کی ~~ارمان و حسرت~~ کی بستی — مری شاعری میری خوابوں کی بستی
تمناؤں کے ہار ارمان
مرے دل کے نقش و نگاروں کی بستی — ~~مرے دل کے پیارے دلداروں~~ کی بستی

مرے اپنے پیارے دلداروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

کہیں یاس و حرماں کی گہرائیاں ہیں — کہیں بادہ نوشوں کی انگڑائیاں ہیں
کہیں مہ جبینوں کی رعنائیاں ہیں — یہ سب میری فکر و نظر کی دانائیاں ہیں

میری شاعری بیقراروں کی دنیا
میری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

مجھی سے بڑھی حسن والوں کی زینت
مجھی سے بڑھی عشق والوں کی عزت
لٹا دی جنہوں نے ہے سب دل کی دولت
مجھی سے کھلے ان کے رازِ حقیقت

حسینوں کی اور عشق والوں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

مصیبت کی گھڑیاں جدائی کی راتیں
وہ دن ڈوبتے ہی بہاروں سی راتیں
جو تاروں کو گن گن کٹیں ایسی راتیں
مری شاعری میں ملینگی وہ راتیں

مری شاعری بیقراروں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

محبت کی دنیا میں جا دو جگائے
بہت دن کے بچھڑے ہوئے دل ملائے
وہ آنکھوں سے آنسو خوشی کے بہائے
بہاروں میں باغِ ارم بھی دکھائے

مری شاعری غم نصیبوں کی دنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

میں جانبازیوں کا نشاں باندھتا ہوں
رگِ جاں سے نوکِ سناں باندھتا ہوں
وطن کیلئے اک سماں باندھتا ہوں
وطن کی پرستش کو ہاں باندھتا ہوں

وطن کے مری جاں نثاروں کی دُنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دُنیا

کہیں پائے ہمت کو آگے بڑھایا　　ہے مُردہ دِلوں کو بھی آفرت پلایا
شکستہ دلوں کے دلوں کو جگایا　　اُمیدیں دکھائیں دِلاسا دِلایا

یہ ہے ایک اُمیدواروں کی دُنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دُنیا

زمیں نے ستایا فلک نے رُلایا　　زمانے کے عیش و سکوں لوٹ لایا
ستم پہ ستم جس پہ سر پر دَہ ڈھایا　　اُسی دل شکستہ کو میں نے ہنسایا

مری شاعری داغداروں کی دُنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دُنیا

کہیں دلِ شکستہ کی آوازہوں میں　　کہیں کامرانوں کا ہمرازہوں میں
کہیں آدمیت کا دمسازہوں میں　　عیاں ہوں مگر پھر بھی اک رازہوں میں

مری شاعری رازداروں کی دُنیا
مری شاعری ہے خیالوں کی دُنیا

زمین آسماں کے قلابے ملائے　　اہم راستے سہل و آساں دکھائے
کہیں قطرہ شبنم کے موتی بنائے　　کہیں نوکِ مژگاں کے نیزے چلائے

میری شاعری استعاروں کی دنیا

میری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

نہیں مجھ کو ~~انسانوں سے~~ کچھ محبت ہے نہیں مجھکو لوگوں سے کچھ غیریت ہے

ہر ایک مرد و زن سے مجھے انسیت ہے بھری میری رگ رگ میں انسانیت ہے

مری شاعری دینداروں کی دنیا

مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

نما کے لئے میری خلقت نہیں ہے جو لٹ جائے وہ مال و دولت نہیں ہے

لگی دل کی ہے وہ حکایت نہیں ہے وہ دنیا جو محتاج شہرت نہیں ہے

مرے جذبِ دل کے ابھاروں کی دنیا

مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

جہاں میں فقط ایک ارمان ہوں میں یہاں ایک فانی سا انسان ہوں میں

اگر چار دن ہی کا مہمان ہوں میں دیارِ بقا کا سلیمان ہوں میں

مری شاعری نام والوں کی دنیا

مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

خود افسانہ اپنا بنا جا رہا ہوں میں سب کے دلوں میں بسا جا رہا ہوں

سفینے میں بیٹھا بہا جا رہا ہوں چلا جا رہا ہوں چلا جا رہا ہوں

تصوّر کے میرے فسانوں کی دنیا

مری شاعری ہے خیالوں کی دنیا

اِستغنا

کلیم مولوی منظور الحق پنشن ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول شاہجہانپور

ہمنشیں سمجھی ہے تو نے شان استغنا غلط — بھاگنا ہر شے سے بیگانہ پڑا رہنا غلط
قوم و ملت سے الگ رہ مجلس سے کترانا غلط — درد و غم میں ایڑیاں گھس گھس کے مر جانا غلط

اصل استغنا مگر سعی عمل کا نام ہے
اور خودی تو اس سفر کا کوشش ناکام ہے

شادمانیوں اور مشکلوں میں کیسی یہ روپوش ہے — کیا غم فردا ہے تجھ کو پا کے فکر دوش ہے
دولت صد حسرتاں نصیبی آہ تیرا جوش ہے — ہوش میں آ ہوش میں تو کس لیے بیہوش ہے

تاکہ امروز سے حاصل ہے نشاط جاوداں
ہوتا ہے انساں اسی سے کامیاب و کامراں

شمع استغنا کی پروانے میں سمجھا یہ راز — قالب میں آتا ہے کب یہ جوہر روشن طراز
کس طرح بیکار بن جاتا ہے دست کارساز — کیوں جھکا کرتے ہیں مستغنی کے آگے سرفراز

کون سی قوت ہے جس کو پست ہو کر ہے بلند
صرف استغنا ہے جس کی سب میں ہے پیچیدہ کمند

آتا استغنا ہے جل جاتی ہے جب کشت خودی — جب نکل جاتی ہے خود غرضی کی خوئے آتشی
دیدہ دل میں نہیں سب بے خبر رہ جاتا کوئی — آتشی اعمال بن جاتے ہیں صلح و آشتی

آتا استغنا ہے اس دم دل کے خلوتخانہ میں
بھرتا ہے فردوس سے انوار اس کاشانہ میں

ہے عنائے قلب استغنائے عالم کا سبب — یہ وہی منزل ہے جس سے دور ہیں رنج و تعب
یہ ہے وہ محبوب جسکے چاہنے والے ہیں سب — اس کا پرتو بوالہوس کے سر پہ پڑ سکتا ہے کب

شاہد فطرت سے ملتا ہے یہ آزادی کے بعد
سینکڑوں ایثار و قربانی و بربادی کے بعد

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

REGISTERED
NIZAMI PRESS
BUDAUN

پرنٹر مولوی محمد احید الدین نظامی ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن)

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

پرنٹر محمد احید الدین بدایونی ۔ ایف ۔ آر ۔ ایس ۔ اے ۔ (لندن)